جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

حضرت
مولانا محمد منظور نعمانی اور
مولوی سردار لائلپوری کے درمیان
مناظرہ اور مولوی سردار لائلپوری
کی شکست کی داستان

مرتبہ
مولانا محمد رفاقت حسین صاحب فاروقی

مکتبہ مدنیہ
۱۷ اردو بازار ○ لاہور فون ۷۲۲۸۹۷۷ / ۷۲۳۲۲۶۹

جَاءَ الحقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ اِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

فتح بریلی کا دلکش نظّارہ

حضرت
مولانا محمدؒ منظور نعمانی اور
مولوی سردار لائلپوری کے درمیان
مناظرہ اور مولوی سردار لائلپوری
کی شکست کی داستان

مرتبہ
مولانا محمدؒ رفاقت حسین صاحب فاروقی

مکتبہ مدنیہ
۱۷۔ اُردو بازار ○ لاہور فون ۷۲۲۸۹۷۷ / ۷۲۳۲۲۶۹

نام کتاب : فتح بریلی کا دلکش نظارہ

مرتب مولانا محمد رفاقت حسین فاروقی

پریس : آر ۔ زیڈ پریس ۔ لاہور

ناشر : مکتبہ مدنیہ ۔ لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ حال

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

برادرانِ اسلام! "فتح بریلی کا دلکش نظارہ" جو جامعہ رضویہ بریلی کے اس مناظرہ کی روئیداد ہے جو حامی توحید و سنت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری (حال لائل پور) کے درمیان ہوا تھا۔ ہدیۂ ناظرین ہے۔ پاک و ہند کے وہ علمائے اہل سنت والجماعت جن کے متعلق بندگانِ غرض نے عامۃ المسلمین کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے اور نفرت دلانے کی کوشش کی۔ نیز ان پر طرح طرح کے افترا اور جھوٹے الزامات عائد کئے۔ زیرِ نظر کتاب میں انہی مسائل پر سیر حاصل تبصرہ موجود ہے۔ علمائے حقانی کے علمی و روحانی وارث حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جہاں مخالف فریق کے اعتراضات کے جواب کتاب و سنت کی روشنی میں دیئے۔ اور مسلک حق کی تائید میں حضرات صحابہؓ، تابعین، آئمہ مجتہدین اور مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کے ارشادات پیش کئے۔ ہاں ساتھ ہی تہذیب و متانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جس کا اندازہ طالبانِ حق کو کتاب کے مطالعہ سے خود ہی ہو جائے گا۔

روئیداد ہذا کی اشاعت سے نہ تو حزب مخالف کی طرح مذہبی اختلافات کو ہوا دینا پیشِ نظر ہے نہ کسی دنیوی منفعت کا حصول، بلکہ متلاشیانِ حق کے ان شکوک و شبہات کا ازالہ مقصود ہے جو مخالفین اہلِ حق نے ان کے دلوں اور دماغوں میں ڈال رکھے ہیں۔

ناظرین سے استدعا ہے کہ روئیداد ہذا کا بغور مطالعہ فرمادیں۔ نیک نیتی اور انصاف سے اس کو پڑھیں۔ اور حق واضح ہو جانے پر رب العزت کے اس ارشاد کے مصداق یاایھا الذین امنوا کونوا مع الصادقین "سچائی اور حق کو قبول فرمادیں واللہ الموفق والمعین

مقدمہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

اس دنیا میں بعض واقعات اس قدر عجیب وغریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ عقل ہزار سر مارے مگر ان کی کوئی معقول توجیہ کرنے سے عاجز ہی رہتی ہے ۔۔۔۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اُن کی دینی دعوت کے ساتھ ان کی قوموں نے عام طور سے جو سلوک کیا وُہ بھی دُنیا کے ایسے ہی عجیب وغریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ہے ـــ خود اس دُنیا کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے خالق و پروردگار نے کتنے عجیب انداز میں اس پر حسرت کا اظہار کیا ہے ـــ یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (یٰس ع)

مثال کے طور پر صرف خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سرگذشت کو اس نظر سے حدیث و سیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے ـــ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے وہیں پلے بڑھے، بچپن ہی سے صورت میں دلکشی و محبوبیت اور عادات میں معصومیت تھی۔ اس لئے ہر ایک محبت و احترام کرتا تھا۔ گویا آپ پوری قوم کو پیارے اور اس کی آنکھ کے تارے تھے ۔ پھر جب عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالٰے نے صورت و سیرت کی اس محبوبیت و معصومیت کے ساتھ نبوت کا کمال اور رسالت کا

ـلہ یہاں سے لیکر صفحہ ۱۷ (ہجز) تک کی عبارت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے ۔ ناشر ـلہ ہائے کیسی حسرت ہے ان بندوں پر ہماری طرف سے جو رسول بھی ان کے پاس پہنچے یہ اُن کے ساتھ تمسخر اور استہزاء سے ہی پیش آئے۔

جلال و جمال بھی عطا فرما دیا۔ جس کے بعد سیرت اور زیادہ بلند ہو گئی، زبان سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹنے لگے اور پیدائشی حسین و جمیل چہرہ میں اب نبوّت کا نورُ بھی چمکنے لگا ——— پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنی قوم کو توحید اور اسلام کی دعوت دیں، آپ نے پُورے اخلاص، کامل محبت اور انتہائی حکمت کے ساتھ درد اور سوز سے بھری ہوئی اس آواز میں جس سے پتھر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اپنی قوم کے سامنے توحید اور اسلام کی وُہ دعوت پیش کی جس کا حق اور معقول ہونا اور آپ کی قوم اور ساری انسانیت کے لئے سراسر رحمت ہونا گویا بالکل بدیہی تھا۔ عقل کا فیصلہ اور قیاس کا تقاضہ یہی تھا۔ کہ پُوری قوم جو پہلے ہی سے آپ کی گرویدہ تھی اور آپ کو صادق و امین سمجھتی اور کہتی تھی وُہ آپ کی اس دینی دعوت پر ایک زبان ہو کر لبیک کہتی اور پروانہ وار آپ پر ٹوٹ پڑتی اور کم از کم مکّہ میں تو ایک بھی مکذّب اور مخالف نہ ہوتا، لیکن ہوا یہ کہ گنتی کے چند سعادت مندوں کے سوا ساری قوم آپ کی تکذیب اور مخالفت پر متفق ہو گئی، جو ہمیشہ سے صادق و امین کہتے اور عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے، وہی شاعر و مجنون اور ساحر و کذّاب کہنے لگے۔ اور آپ کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکانا اُن کا محبوب ترین مشغلہ بن گیا۔ پھر تو تقریباً دس سال تک آپ کے اُن ہی جاننے پہچاننے والوں نے اس قدر ستایا اور ایسی ایسی کمینہ حرکتیں کیں کہ خود ارشاد فرماتے ہیں ——— "مَا اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ اَحَدٌ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ" (اللہ کی راہ میں اُس کے کسی بندہ کو کبھی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا کہ مجھے ستایا گیا ہے)

بیچاری عقل حیران ہے، ایسا کیوں ہوا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان دنوں مکّہ میں دماغوں کو خراب کر کے آدمیوں کو پاگل بنا دینے والی کوئی خاص ہوا چلی تھی جس کے اثر سے ساری قوم کی قوم پاگل ہو گئی تھی۔ اور آپ کے ساتھ یہ کچھ اُس نے کیا وُہ پاگل پنے کی وجہ سے کیا۔

اسی کی دُوسری مثال اُمّت میں لیجئے! حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فارُوق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہ چاروں بزرگ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ و رسُول کے ساتھ اور اُن کے مقدس دین کے ساتھ ان چاروں بزرگوں کی وفاداری اور ان کا اخلاص ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اللہ کے ان صادق بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن جان نثاروں نے حضور کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اسلام کے لئے جو کچھ قربانیاں کیں اور اللہ کے مقدس دین کی جو خدمات انجام دیں۔ وُہ آفتاب سے زیادہ روشن اور دُنیا کے زیادہ سے زیادہ مشہور و مسلّم واقعات سے زیادہ مسلّم و مستند ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہُت سے مواقع پر اپنے ان چاروں جاں نثاروں کی خدمات اور قربانیوں کا جس محبّت اور قدر دانی کے ساتھ اعتراف فرمایا اور اُن کے مقبول اور جنّتی ہونے اور جنّت میں بھی اپنے پاس اور اپنے ساتھ رہنے کی بار بار جو شہادتیں اور بشارتیں دیں وُہ اپنے تواتر کی وجہ سے قریب قریب ایسی ہی یقینی اور ناقابلِ شک ہیں جیسا کہ عقیدۂ توحید و عقیدۂ قیامت اور نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ کا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہونا قطعاً غیر مشتبہ اور یقینی ہے۔ لیکن غور کیجئے۔ اس امّت کی تاریخ کا یہ کیسا عجیب و غریب اور ناقابلِ فہم واقعہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی دَور ہی میں خود مسلمانوں میں ایسے مستقل فرقے پیدا ہُوئے جن کی خصوصیّت اور جن کا امتیاز صرف یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جلیل القدر اور ممتاز صحابہ کے ایمان ہی سے انکار تھا اور وُہ (معاذ اللہ) اُن کو کافر و منافق اور گردن زدنی کہنے پر مُصِر تھے اور اب تک بھی یہ فرقے دُنیا میں موجُود ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین فرقۂ شیعہ کی خصوصیّت اور اس کا

امتیازی یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی عداوت و بدگوئی اور اُن کے مومن و مخلص ہونے سے انکار، اُن کے مذہب کی بنیاد یا کم از کم اُن کا مذہبی شعار ہے۔ اور اس معاملہ میں اُن کا غلو اور جنون اس حد کو پہنچا ہوا ہے کہ اُن کے بہت سے چوٹی کے "مہذب" اور "تعلیم یافتہ"، افراد "تہذیب و رواداری" کے اس دور میں بھی اپنے اس حال کے اظہار سے نہیں شرماتے کہ ان بزرگوں کی تعریف و مدح میں کسی ادر کا بھی کچھ کہنا اُن کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ اور اس کے برعکس ان پاک ہستیوں پر تبرّابازی اُن کا محبوب ترین مشغلہ اور اُن کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔

ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہیے!

خلافِ عقل مجادلانہ کج بحثیوں کو تو چھوڑ دیجئے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا کسی کی عقل بھی ان لوگوں کے اس طرزِ عمل کی کوئی معقول توجیہ کر سکتی ہے؟ ——

کون کہہ سکتا ہے کہ اس فرقہ والے سب پاگل اور عقلِ عام سے محروم ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اُن میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، بڑے بڑے دانشور اور ایک سے ایک ذہین و فطین ہر دَور میں رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ بلکہ اس فرقہ کے جن ممتاز عالموں اور مصنفوں نے خاص اسی موضوع (مطاعن خلفاءِ ثلثہ) پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں، ان کی وہی کتابیں شاہد ہیں کہ نہ وُہ پاگل ہیں نہ بے خبر جاہل ہیں، بلکہ —— "اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ" کا قابلِ عبرت نمونہ ہیں۔

یہی حال اُن کے اصل حریف اور مدمقابل فرقہ یعنی خوارج و نواصب کا ہے، ان بدبختوں کے نزدیک سیدنا حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ (معاذ اللہ) ایسے بددین، اس درجہ کے دشمنِ اسلام، ایسے مجرم اور گردن زدنی تھے کہ ان کو ختم کر دینا نہ صرف کارِ ثواب بلکہ اُن کے قاتل کے جنت میں پہنچنے کا یقینی ذریعہ تھا، مورخین نے لکھا ہے کہ جب شقی ابنِ ملجم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا۔ اور اس کو معلوم

ہو گیا کہ وار بھرپور پڑا اور حضرت ممدوح کی زندگی ختم کر دینے کے اپنے منصوبہ میں وہ کامیاب ہو گیا۔ تو گرفتار ہونے کے باوجود وہ کہتا تھا کہ " فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ " (اس بدبخت کا مطلب یہ تھا کہ (سیدنا) علیؓ کو خاک و خون میں تڑپا کے اور ان کی شمعِ حیات گُل کر کے میں نے نجات اور جنت حاصل کرنے کا سامان کر لیا، اور خواہ اس زندگی میں اب مجھ پر کچھ بھی گذر ے، لیکن مرنے کے بعد آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں میرا یہ عمل مجھے جنت میں ضرور پہنچا دیگا۔) —— بتلائیے! کہ عقل بیچاری اس گمراہی اور عقل باختگی کی کیا توجیہ کرے؟ —— جو لوگ تاریخ کے ذریعہ ابن ملجم اور اس کے فرقہ کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ فرقہ بھی پاگلوں اور ان پڑھ جاہلوں کا فرقہ نہ تھا، بلکہ اُن میں بہت سے اچھے خاصے علم و فہم والے بھی تھے —— اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص حُبِ مال یا حُبِ جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے تحت کسی معاملہ میں اللہ کی ہدایت کے بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی جذبات و خیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کم از کم اس خاص معاملہ میں خدا ترسی و حق بینی کی صلاحیت اور فہم سلیم کی دولت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اور پھر بظاہر عقل و ہوش رکھنے کے باوجود اس سے اس معاملہ میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عقل سلیم اُن کی کوئی توجیہ بھی نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان ہے لَهُمْ قُلُوبٌ[1] لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔

---

[1] ان کے دِل ہیں مگر یہ ان سے سمجھتے نہیں۔ ان کے کان ہیں مگر یہ ان سے سُنتے نہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں۔ یہ تو بس جانوروں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گئے گذرے اور زیادہ گمراہ ہیں۔

عقل وخرد کی گمراہی کی ایسی مثالیں اسلامی تاریخ کے بعد کے ادوار میں بھی بکثرت ملتی ہیں اور مختلف زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ کے اچھے سے اچھے اور نہایت پاک سیرت بندوں کی عداوت و دشمنی و بدگوئی و ایذا رسانی کو اپنا خاص مشغلہ بنایا۔ بلکہ شاید اُمّت کے اکابر و آئمّہ میں سے شاذ و نادر ہستیاں ہی ایسی ہوں گی جن کو نبوت کی اس میراث سے حصہ نہ ملا ہو ——— شیخ تاج الدین سبکی نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں رنج اور غصّہ کے ساتھ لکھا ہے۔

مامن امام الا وقد	اُمّت کا کوئی امام ایسا نہیں ہے
طعن فیہ طاعنون	جس کو حملہ کرنے والوں نے اپنے
وھلك فیہ ھالکون ٥	حملوں کا نشانہ نہ بنایا ہو اور
	جس کی شان میں گستاخیاں کر کے ہلاک
	ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

اس وقت جس افسوسناک اور تکلیف دہ واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

حقیقتوں کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن جہاں تک بشری معلومات اور اطلاعات کا تعلق ہے اپنے دل کے پورے اطمینان کے ساتھ اور بلاخوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحؒ وشاہ عبدالعزیز رحؒ کے بعد تیرہویں صدی ہجری (اور انیسویں صدی عیسوی) میں اُن کے اخلاف و وارثین حضرت شاہ اسمٰعیل شہید وحضرتِ سید احمد شہید اور اُن کے رُفقاء نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اور اسلام کے فروغ اور اُس کی سرسبزی کے لئے جو محنتیں کیں، یہاں تک کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں اسی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دیں، اور پھر اُن کی ان محنتوں اور قربانیوں کا یہاں کے مسلمانوں پر جو اثر پڑا اور اس ملک میں دین کی جو تجدید ظہور میں آئی اور صلاح و تقویٰ اور تعلق باللہ اور

روحِ جہاد اور اتباعِ سُنّت کی صفات کو جو نئی زندگی اس ملک میں ملی اور ان صفات میں خود ان بزرگوں کا جو حال تھا، ان سب چیزوں کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دَور میں اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں میں سے تھے۔

——— پھر بعد کے دَور میں (یعنی تیرہویں صدی کے آخر اور چودہویں صدی کے شروع میں) ان ہی مجاہدینِ ملّت اور مصلحینِ اُمّت کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح اور اُن کے خاص رفقاء کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت و خدمت کی جو توفیق دی اور اُن کی جد وجہد سے توحید و سُنّت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس مُلک میں جو اشاعت ہوئی اور علم و عمل اور عشق و فنائیت کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا اور یہ مبارک صفات اُن کے ذریعہ اُمّت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں ان سب چیزوں کو اور ان کے اثرات و ثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دَور کے خاصانِ خدا میں سے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید و سنّت کی اشاعت کے لئے، اور اُن کے قلوب کو اپنے خاص تعلق کے واسطے چُن لیا تھا ——— لیکن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے خلفائے راشدین کی وراثت و نیابت میں ان بندگانِ خدا کے ساتھ بھی یہی ہُوا کہ اسی دَور میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ان حضرات کو بدنام کرنا اور اُن پر جھُوٹی تہمتیں لگا لگا کر مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کرنا اپنا مشغلہ بنا لیا ——

تیرہویں اور چودہویں صدی کے ان مجاہدین فی سبیل اللہ اور محافظینِ سُنّت و شریعت و مُصلحینِ اُمّت کے خلاف فتوے بازی اور فتنہ انگیزی و افترا پردازی میں اس دَور کے جن صاحب نے سب سے زیادہ حصّہ لیا اور جو "وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ" کے مصداق ہیں وُہ بریلی کے مولوی احمد رضا خاں صاحب ہیں جو اپنی اس تکفیر بازی ہی کی وجہ

سے یہ مقام حاصل کر چکے ہیں کہ ایمان والوں کی بے پناہ تکفیر کی مثال میں عام طور سے ان ہی کا نام بطور ضرب المثل کے زبانوں پر آتا ہے۔

اِن خان صاحب نے پہلے تو عرصہ تک حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو اپنی بدگوئی اور کُفر بازی کا نشانہ بنایا۔ اور اپنے رسالوں اور فتووں میں ایسے ایسے گندے اور خبیث عقیدے اُن کی طرف منسُوب کئے جن کی نقل سے بھی ایمانی رُوح لرزتی ہے، برسوں اِن بزرگوار کا یہی مشغلہ رہا۔ ایک ایک رسالہ اور فتوے میں راہِ خدا کے اس شہید کو ستر ستر اور پچھتر پچھتر ۷۵ وجہ سے کافر ثابت کر کے یہ اپنے شوقِ تکفیر کا مظاہرہ کرتے رہے

اس کے بعد انہوں نے اسی دلی اللّٰہی خاندان کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ اکابر جماعت دیوبند کو اپنی مشقِ ستم کے لئے انتخاب کیا۔ اور پھر زندگی بھر ان ہی بزرگوں کی بدگوئی اور تکفیر کر کر کے اُن کے حسنات میں اضافہ اور درجات میں ترقی کا سامان کرتے رہے۔

سب سے پہلے ۱۳۲۰ھ میں اپنی کتاب "المعتمد المستند" میں اُن حضرات کو انکارِ ختم نبوّت اور تکذیب رب العزّت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تنقیص و اہانت کا مجرم قرار دے کر ان کی قطعی تکفیر کی —— لیکن اُن کی فتوے بازی اور کافر سازی چونکہ نہایت بدنام اور رُسوا ہو چکی تھی اس لئے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جن بزرگوں کی تکفیر کی گئی تھی انہوں نے بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے فتوے کا یہ حشر دیکھ کر ایک نیا منصوبہ بنایا۔ ۱۳۲۳ھ میں انہی بزرگوں کی تکفیر کا ایک فتویٰ انہوں نے مرتب کیا جس میں وہی انکارِ ختم نبوّت اور تکذیب رب العزّت و اہانتِ حضرت رسالت جیسے صریح کفریات کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کر کے ان کی قطعی تکفیر کی، ایسی قطعی تکفیر کہ جو شخص ان کو مسلمان مانے یا ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے، اس کے بارے میں بھی لکھا کہ وہ بھی قطعی کافر،

دائرہِ اسلام سے خارج اور جہنمی ہے ـــــــ تکفیر کی اس سراسر جعلی اور مفتریانہ دستاویز کو لے کر مولوی احمد رضا خان صاحب اسی سال حجاز گئے۔ اور مکۂ معظمہ اور مدینۂ طیبہ کے حضرات علماء و مفتیین کے پاس پہنچ کر نہایت ہی عیارانہ اور پُرفریب انداز میں ان حضرات سے فریاد کی کہ ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آگیا ہے۔ مسلمانوں میں ہی بعض لوگ ایسے ایسے کافرانہ عقائد رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں اور عام مسلمانوں پر اُن کا اثر پڑ رہا ہے۔ ہم غربا اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں مگر اس مہم میں ہم کو آپ کی اس مدد کی ضرورت ہے کہ اُن بدعقیدہ لوگوں کی تکفیر کے اس فتوے کی آپ حضرات بھی تصدیق فرمادیں چونکہ آپ اللہ کے مقدس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر کے رہنے والے ہیں اس لئے دینی رہنمائی کے بارہ میں ہندوستان کے ہم مسلمانوں کو آپ ہی حضرات پر پورا اعتماد ہے اور اس وجہ سے اس فتوے پر آپ ہی کی تصدیقی مہریں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر و بددینی کے اس سیلاب میں بہنے سے روک سکتی ہیں ورنہ فتنہ ایسا شدید ہے کہ اُن کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے،" المدد المدد اے خدا کے شیرو! الغیاث الغیاث اے لشکرِ محمدی کے شہسوارو!![1]

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب نے اُن علماءِ حرمین کے سامنے جو اصل واقعات سے بالکل بے خبر تھے اور اُردو زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اُن اکابرِ جماعت

---

[1] مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو فتویٰ علماءِ حرمین کے سامنے پیش کیا تھا جو بعد کو "حسام الحرمین" کے نام سے چھپ کر شائع ہوا۔ یہ اُسی کی تمہید کا حاصل اور خلاصہ ہے ـــــ جھوٹے آنسوؤں اور جھوٹی آہوں سے اللہ کے نیک اور بھولے بندوں کو متاثر کرنا مکاری کا ایک فن ہے۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی حسام الحرمین کی تمہید اس کا خاص نمونہ ہے۔ ہم نے تو صرف اپنے الفاظ میں اس کا حاصل اور خلاصہ لکھ دیا ہے۔

دیوبند کی وُہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خاں صاحب نے انکارِ ختم نبوّت وغیرہ کفریہ مضامین منسوب کئے تھے۔ اپنا یہ جعلی فتویٰ اس انداز میں اور اس تمہید کے ساتھ پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماءِ حرمین کی تصدیقی مہریں لگ جانے سے وابستہ ہے۔ اگر یہ نہ ہُوا تو گویا وُہ سب شدّھی اور مُرتد ہو جائیں گے ——

نعوذ باللہ ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہ!

مکّہ معظمہ اور مدینہ طیّبہ کے بُہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ان سب باتوں کو واقعہ سمجھا اور اُس کے بعد جیسا کہ ان کو چاہیے تھا۔ انہوں نے پُورے دینی جوش کے ساتھ اس تکفیری فتوے پر تصدیقیں لکھ دیں۔ لیکن بعض اہلِ فراست کو اپنی ایمانی فراست سے اور بعض کو دُوسری اطلاعات سے اس معاملہ میں شک ہو گیا، اور اُنہوں نے احتیاط فرمائی اور وُہ اس جال میں پھنسنے سے بچ گئے[1]

قصّہ مختصر یہ جعلی فتویٰ جس کی بنیاد محض غلط بیانی اور افتراپردازی پر تھی ہندوستان لا کر حسام الحرمین کے نام سے شائع کیا گیا۔ اور ایک شور و ہنگامہ برپا کر دیا گیا کہ ہندوستان کے ان مشاہیر علماءِ کرام اور جماعتِ دیوبند کے اکابر عظام (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی) کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیّبہ کے علماء و مفتیین نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ سب ایسے قطعی کافر اور مُرتد ہیں کہ جو شخص اُن کے کافر و ناری ہونے میں شک کرے وُہ بھی کافر و جہنمی ہے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا۔ اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے۔ علماءِ حرمین

---

[1] اس کی پوری تفصیل رسالہ الشہاب الثاقب مصنفہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز میں دیکھی جائے۔

کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ ہمارے وہ بزرگ جن کی تمام تر توجہ اُس وقت ہندوستان میں اسلام کی حفاظت کے بنیادی کاموں درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت وغیرہ پر مرکوز تھی اور جنہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی تکفیری سرگرمیوں کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں کی تھی، بلکہ ایسے لوگوں سے اُلجھنا اور اُن کی افترا پردازیوں کا جواب دینا بھی جن کے اصُول اور ذوق کے خلاف تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے بندوں کو علماءِ حرمین کے ناموں سے دھوکہ دیا جا رہا ہے اور وہ بیچارے اس فریب میں آکر فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں تو اُن حضرات نے بھی اس فریب کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا ظاہر کرنا اپنے لئے ضروری سمجھا ——— چنانچہ حسام الحرمین میں جن چار متذکرۂ صدر بزرگوں کی طرف عقائدِ کفریہ منسوب کر کے تکفیر کی گئی تھی، اُن میں سے جو دو بزرگ حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مخدوم الملّت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اس وقت اس دنیا میں رونق افروز تھے انہوں نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دِئے جن میں اُن کفریہ عقائد سے اپنی براءت ظاہر کی۔ اور صاف لکھا کہ "حسام الحرمین" میں ہماری طرف جو عقائد مولوی احمد رضا خاں صاحب نے منسوب کئے ہیں، وہ ان کا ہم پر محض افترا ہے۔ ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود بھی کافر سمجھتے ہیں۔ ———

ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دَور کے رسائل السحاب المدرار اور قطع الوتین وغیرہ میں اسی وقت شائع ہو گئے تھے بلکہ حضرت تھانویؒ کا بیان تو ایک مختصر اور مستقل رسالہ کی صُورت میں "بسط البنان" کے نام سے بھی شائع ہُوا تھا۔

اُسی زمانہ میں ایک خاص واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے حجاز سے واپس آجانے کے بعد حرمین شریفین میں خاص کر مدینۂ طیّبہ میں اس کا چرچا ہُوا کہ ہندوستان کے اس مولوی نے جن لوگوں کی تکفیر کی تصدیقیں کرائی ہیں اُن کے عقائد کے بارہ میں اُس نے غلط بیانی کی ہے۔ یہ سُن کر وہاں کے بعض علماءِ کرام نے خود

علمائے دیوبند کی طرف رجوع کرکے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حسام الحرمین میں اُن حضرات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اور علماءِ حرمین کے قلوب میں اُن کی طرف سے بغض و نفرت پیدا کرنے کے لئے جو کچھ اس کے سوا زبان سے کہا تھا اس سب کو پیش نظر رکھ کر اُن حضرات نے ۲۶ سوالات مرتب کئے اور علماءِ دیوبند سے اُن کا جواب چاہا، یہ سب سوالات علماء دیوبند کے عقائد اور اُن کے مسلک و مشرب ہی سے متعلق تھے، یہاں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحؒ نے اُن کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا جس پر اُس دَور کے جماعتِ دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر و مشاہیر نے تصدیقات لکھیں اور وُہی جوابات حرمین شریفین اور اُن کے علاوہ مصر و شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کے علماء اور اہلِ فتویٰ کے پاس بھی بھیجے گئے جن کی اُن تمام حضرات نے بھی تصدیق اور تائید فرمائی اور لکھا کہ یہی عقیدے اہل السنت والجماعت کے ہیں اور اُن میں کوئی ایک عقیدہ بھی عقائد اہل سنت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ سارے سوالات و جوابات اور ہندوستان اور حرمین شریفین اور دُوسرے ممالکِ اسلامیہ کے علماءِ کرام کی تصدیقات اسی زمانہ میں اُردو ترجمہ کے ساتھ ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے شائع ہوگئے تھے پھر اس وقت سے اب تک بار بار یہ رسالہ چھپتا رہا ہے، واقعہ یہ ہے کہ خدا ترس طالبانِ حق کے لئے صرف یہی رسالہ اس سلسلہ میں کافی تھا اور اب بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ان حضرات اکابر کے تلامذہ اور خدّام میں سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحؒ اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحؒ نے (جو اس وقت جماعتِ دیوبند کے نوجوان علماء و فضلا میں سے تھے) مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اس جعلی فتوے حسام الحرمین کے جواب میں السحاب المدرار، الشہاب الثاقب، تزکیۃ الخواطر اور توضیح البیان وغیرہ مستقل رسائل لکھے، جن میں پُوری تفصیل اور وضاحت

کے ساتھ دکھلایا کہ بریلوی خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے بارہ میں حسام الحرمین میں کیا کیا غلط بیانیاں اور ان کی عبارات میں کیسی کیسی تحریفیں کی ہیں اور علماء حرمین کو کیا کیا دھوکے دیئے ہیں۔ ان سالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کردیا۔ اور گویا بحث ختم کردی گئی ——

لیکن مولوی احمد رضاخاں صاحب کی طرف سے تکفیر و تفریق کی مہم اسی طرح جاری رہی، مگر ان جوابات کے بعد اس میں کوئی جان نہیں رہی۔ اور بازار سرد پڑ گیا۔

پھر ۱۳۴۵-۴۶ھ (۲۶-۱۹۲۷ء) میں یعنی حسام الحرمین کی پہلی اشاعت سے تقریباً بیس برس بعد مولوی احمد رضاخاں صاحب کے اخلاف نے اس فتنہ کو پھر ایک دفعہ زور شور سے اٹھایا اور پھر فتوے بازی، چیلنج بازی، اور اشتہار بازی کے ذریعہ اپنے بازار میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور رنج و افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ بیچارے عام مسلمانوں کو پھر دیکھا گیا کہ مذہب سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے پھر ان فتنہ پردازوں کا شکار ہو رہے ہیں، اور ایسے ایسے جاہل جن کو کلمہ بھی نہیں آتا اُن فتنہ پردازوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اور کارِ ثواب سمجھ کر اکابر علماء اور بزرگانِ دین کو کافر کہتے پھر رہے ہیں۔ گھر گھر خانہ جنگیاں ہیں، اور مسجدیں اور عیدگاہیں تک میدانِ جنگ بنی ہوئی ہیں۔ ※

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی مدیر الفرقان لکھنؤ نے اسی سال دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث ختم کیا تھا اور حسنِ اتفاق کہئے یا سوءِ اتفاق کہ ان کے وطن سنبھل (ضلع مرادآباد) اور قرب وجوار میں اس وقت اس فتنے کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے۔ حالات کا تقاضا بھی تھا، اور جوانی کے جوش کو بھی اس میں ضرور کچھ دخل تھا کہ مولانا موصوف نے اس آگ کے بجھانے، اور اس کے لگانے والوں کا آخری حد تک مقابلہ اور تعاقب کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ پھر تقریباً دس سال تک اپنے دوسرے کاموں درس و تصنیف وغیرہ کے ساتھ

یہ شغل بھی سرگرمی سے جاری رہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اس جہادِ حق کے سلسلہ میں
کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں خود پہنچ گئے اور گھیر گھیر کے تکفیر
کے ان علمبرداروں سے مناظرے بھی کئے۔ اور ان کے دعووں کی تردید میں چھوٹے بڑے
مستقل رسائل بھی لکھے (جن کی تعداد ۴۰-۵۰ سے کم نہ ہوگی) بلکہ اب سے پچیس ۲۵ سال
پہلے ۵۲ھ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ اس فتنۂ تکفیر و تفسیق
کے مرکز اور بدعات کے اصل گڑھ "بریلی" میں جاکر ان فتنوں کے استیصال کے لئے
ڈیرہ ڈال دیا جائے۔ اور جو لوگ تمام ہندوستان میں شر و فساد کی یہ آگ بھڑکا رہے ہیں
اُن کے مرکز میں جاکر اُن کی سرکوبی کی جائے اور ناطقہ بند کر دیا جائے۔ چنانچہ ۱۳۵۳ھ میں
"بریلی" ہی کے اس ظلمت کدہ میں نور کی شعاعیں چمکیں اور رسالہ "الفرقان" جاری ہوا
اور اُس وقت اس کا خاص موضوع ہی اسی فتنہ کا مقابلہ تھا۔

بریلی میں اس غرض سے مستقل طور پر قیام اور رسالہ "الفرقان" کے اجراء سے ——
"رضاخانیوں" میں گھبراہٹ پھیل گئی اور انہوں نے دیکھا کہ اُن کے مکر و فریب کا تار و پود
بکھر رہا ہے اور عام مسلمان حقیقتِ حال سے واقف ہوکر ان کے دام سے نکلتے جا رہے
ہیں۔ انہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے اسباب پیدا کر دئے کہ ان لوگوں کو مجبوراً میدانِ
مناظرہ میں آنا پڑا۔ اور اسی سلسلہ میں ۲۰ محرم ۵۴ھ سے ۲۳ محرم ۵۴ھ تک خود
اُن کے مدرسہ جامعہ رضویہ میں جو ان تمام فتنوں کا مرکز تھا یہ مناظرہ ہوا جس کی روئداد
"فتح بریلی کا دلکش نظارہ" کے عنوان سے قارئین کرام خود مطالعہ فرمائیں گے۔ اس مناظرہ
سے اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی جد و جہد، تبلیغ و تقریر اور مساعئ جمیلہ سے
اُن ایام میں یہ رضاخانی فتنہ دن بدن ختم ہو رہا تھا اور حقیقت واضح ہوتی جاتی تھی اور
لوگوں کے شکوک و شبہات کے وہ بادل چھٹتے جاتے تھے جو حضرات اکابر علمائے دیوبند کے
بارے میں پھیلائے گئے تھے —— لیکن اجراء الفرقان سے ۳-۴ سال بعد ہی ۱۳۵۶ھ

مطابق ۱۹۳۷ء میں) حضرت مولانا نعمانی نے اپنی مساعیٔ جمیلہ کا رُخ ملک کے دوسرے عام حالات کو دیکھ کر دُوسری طرف بدل دیا۔ خود حضرت مولانا ممدوح فرماتے ہیں کہ

"مجھے نظر آیا کہ ہندوستان میں ایک بہت بڑی تبدیلی ہونے والی ہے۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی ساری قوتوں کو اسلام اور مسلمانوں کی اس خدمت پر لگا دیں کہ مسلمانوں کے جن طبقوں میں اسلامی شعور کی کمی ہے اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق کمزور ہے ان میں اسلامی شعور پیدا ہو، اور دین کے ساتھ ان کی وابستگی میں پختگی آئے۔ دل و دماغ پر اس احساس کا ایسا تسلّط ہوُا اور یہ فکر ایسا چھایا کہ تھوڑے ہی دِنوں میں دُوسرے تمام کاموں سے دِلچسپی ختم ہو گئی۔ اور سارے کام چھوڑ چھاڑ کے بس اسی ایک کام کو اپنا کام بنا لیا۔ یہاں تک کہ بریلی کے اسی تکفیری فتنہ کے رد میں بعض اہم کتابیں جو اُس وقت لکھی جا چکی تھیں لیکن چھپنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی ان کے مسودات کی حفاظت کی بھی فکر نہیں رہی بلکہ ان میں دو کتابیں وُہ تھیں جن کے خاصے حصے کی کتابت بھی ہو چکی تھی، اور صرف اس کا انتظار تھا کہ کتابت مکمل ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دیدی جائیں، ان کی بھی کتابت رکوا دی گئی، اور جو کاپیاں لکھی جا چکی تھیں ان کی حفاظت سے بھی بے پروائی برتی گئی جس کا انجام یہی ہونا چاہئے تھا۔ اور ہوُا کہ وُہ ساری کاپیاں اور سارے مسوّدات ضائع ہو گئے۔"

اس مردِ مومن یعنی حضرت مولانا نعمانی مدظلہ العالی کو ۱۹۳۷ء میں جس آنے والے عظیم انقلاب کا احساس ہوُا تھا، اور جس کے نتائج کی فکر میں انہوں نے اپنے دل و دماغ کو اس طرح بدل دیا تھا وُہ انقلاب ٹھیک دس سال کے بعد ۱۹۴۷ء میں ظہور پذیر ہوُا اور اس انقلاب میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو کچھ گذُری اس کی یاد بھی تکلیف دِہ ہے لیکن اس عظیم انقلاب میں تکالیف و مصائب پیش آنے کے باوجود خوشی کا ایک پہلو یہ ضرور تھا کہ تقسیمِ ملک کے نتیجہ میں پاکستان کے نام سے جو ایک مستقل آزاد ریاست بن گئی ہے

اُس میں مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے مطابق نظامِ حکومت قائم کرنے اور اسلامی قوانین و ضوابط کے نافذ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اور ایک اسلامی حکومت کے سایہ میں یہاں کے بسنے والے مسلمان اپنی زندگی خالص اسلامی اور مرضئ خداوندی کے مطابق گذار سکیں گے اس عزیز اور اہم مقصد کے حصول کے لئے ظاہر ہے کہ علمائے دین کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر تھی۔ اس لئے قیامِ پاکستان کے بعد علمائے دین کا اصل فریضہ یہ تھا کہ وہ اپنی ساری توجہات اور علمی و عملی قوتیں اس مقصد کے حصول کے لئے مبذول فرماتے۔ اور اصلاحِ عقائد و اخلاق اور اصلاحِ معاشرہ میں ہمہ تن مصروف ہو کر اللہ و رسول کے ماننے والے تمام بندوں کو اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سے جوڑ دیتے۔ اور ایک خالص اسلامی معاشرہ کے وجود میں آنے سے ایک خالص اسلامی جمہوری حکومت وجود میں آجاتی۔ لیکن بدقسمتی سے ہوا یہ کہ علمائے کرام میں سے کچھ ربانی اور حق پرست علماءٔ نے تو اپنی ان ذمہ داریوں کو محسوس کیا اور انہوں نے اسی سلسلہ میں اپنی استطاعت کی حد تک پوری کوششیں کیں اور اب تک کر رہے ہیں۔ لیکن "علمائے دین" ہی کے نام سے موسوم کچھ بندگانِ نفس اور طالبانِ دنیا ایسے بھی پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف یہ کہ ملک و ملت کی اور دینِ اسلام کی صحیح خدمت نہیں کی۔ اور اپنا فریضہ ادا نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے ایسے مشاغل شروع کئے اور اس طرح غلط روی سے کام لیا۔ کہ علمائے حق کی ان صحیح کوششوں کو بھی بے کار کرتے رہے۔ اور ہر اصلاح کی راہ میں متواتر رکاوٹ بنے رہے۔ اور مسلمانوں کو تفرق و انتشار میں مبتلا کیا۔ اور اوہام و خرافات کے دلدلوں میں لوگوں کو پھنسا کر شریعت کی صراطِ مستقیم پر چلنے اور منزلِ مقصود تک پہنچنے سے محروم کر دیا۔ اور ایسے ہی "پیرانِ حرم" کی کم نگاہی سے "حرم" رسوا ہوا۔ اور دشمنوں کو "کارِ ملّا فی سبیل اللہ فساد" کی پھبتی کسنے کا موقع ملا۔

یوں تو فتنۂ تکفیر و تفسیق کے چھوٹے موٹے فتنہ گر اور تفرق و انتشار کی آگ بھڑکانے والے پاکستان کے مختلف حصوں میں اور بھی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس گروہ کے

سرخیل مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری" ہی ہیں۔ جو قیام پاکستان سے قبل مولوی احمد رضا خان بریلوی کے مدرسہ جامعہ رضویہ بریلی میں مدرس تھے۔ چونکہ بریلوی طبقہ میں علم بالکل نہیں ہوتا۔ ان کے بڑے بڑے "علماء و فضلاء" بھی حقیقت میں علمی لحاظ سے بہت ہی پست مقام پر ہوتے ہیں۔ اور مولوی سردار احمد صاحب ان اندھوں میں کانا راجہ شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر ان کو اپنے "شیخ الحدیث" کے نام سے مشہور کر رکھا ہے۔ مولوی صاحب موصوف ۱۳۵۴ھ میں وہاں بریلی میں مدرس تھے۔ اور وہاں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے اُن سے یہ مناظرہ کیا۔ جس کی روئداد آپ پوری تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس شکستِ فاش اور علی رؤس الاشہاد رسوائی کے بعد ان کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ مولانا نعمانی سے کوئی بات کر سکیں۔ اور ان کی تکفیر و تفسیق کا بازار بالکل سرد ہو چکا تھا۔ اور گمنامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولوی سردار احمد صاحب بھی بریلی چھوڑ کر یہاں پاکستان آئے اور اپنے لئے کسی موزون جگہ کی تلاش میں پھرتے رہے مگر چونکہ ان کی کوئی علمی حیثیت نہیں تھی، خود اپنے طبقہ میں ان کی کوئی پذیرائی اور مقبولیت نہیں تھی اس لئے مستقل اقامت کے لئے دو سال تک وہ کوئی جگہ اِدھر اُدھر ڈھونڈتے رہے مگر انہیں ملی نہیں۔ آخر اگست ۱۹۴۹ء میں وہ لائل پور آئے اور یہاں ...... ڈیرا جمایا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مسلمان کے دل میں جاگزین ہوتی ہے۔ لیکن عام طور پر لوگوں میں دینی شعور کے کم ہونے کی وجہ سے وہ محبت کے تقاضوں کو سُنّتِ رسول اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے ادا نہیں کر سکتے۔ اور پھر اُن کے اس "جذبۂ صادقہ" سے اہلِ بدعت اور بندگانِ ہوائے نفسانی بہت غلط کام بھی لے لیتے ہیں۔ چنانچہ ہمیشہ سے یہ مبتدع حضرات اپنے آپ کو عاشقِ رسول کہہ کر ان بچاروں کو لُوٹ لیتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ لذّتِ کام و دہن اور سیری شکم کے لئے اُن سے حلوا، مٹھائی اور پلاؤ لوٹتے اور کھاتے ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ خطرناک یہ کہ

ان سیدھے سادے مسلمانوں کو بدعات و شرکیات میں مبتلا کر کے ان کے دین و ایمان کو بھی لوٹ لیتے ہیں۔ مولوی سردار احمد صاحب نے لائل پور میں اسی اصول کے مطابق اپنے آپ کو "امام اہلِ سُنّت" اور عاشقِ رسول اللہ ہونے کی حیثیت سے پیش کیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس دام کے پھیلانے کے بعد سادہ لوح "مرغانِ حرم" کے پھنسنے میں کیا دیر لگ سکتی تھی اور جب کہ ساتھ ہی لوگوں کو یہ یقین دلایا جاتا تھا کہ محض محفلِ میلاد منعقد کرنے، سلام پڑھنے اور تبرک کی مٹھائی تقسیم کرنے ہی سے جنّت کے آٹھوں دروازے کھلتے ہیں اور مولود منعقد کرنے والا زندگی کے دُوسرے شعبہ جات میں خواہ کیسا ہی ہو لیکن دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ تو موجودہ دَور کے وہ سست عمل مسلمان جو "بہشتی فی سبیل اللہ ہم است" کے نظریّہ کے بہت جلد معتقد ہو جاتے ہیں، ایسے ہی "امام اہلِ سُنّت" کے مقتدی بن گئے۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد مولوی صاحب نے اپنے اردگرد چند سادہ لوحوں کا مجمع دیکھا تو رضاخانیت کے اصلی رنگ میں ظاہر ہونے لگ گئے۔ اور مولوی احمد رضا خان کی "سنت" کی پیروی شروع کر دی۔ یعنی حضرات علمائے دیوبند اور اس دَور کے اکابرِ ملّت اور بزرگانِ دین کو اپنی مشقِ ستم کے لئے انتخاب کیا۔ اور بدگوئی بازاری سبّ و شتم اور تکفیر و تفسیق کا مشغلہ جاری کیا۔ ذکرِ رسول ؐ کے نام پر محفل منعقد ہوتی اور وہاں ذکرِ رسول ؐ کی بجائے سبِّ اولیاء کرام کا شغل شروع ہونا اور اس سلسلہ میں متانت، شرافت، شرم و حیا، خوفِ خدا، اور جواب دہیِ آخرت کے تمام حدود توڑ کر وہ ہنگامہ برپا اور فتنہ کا بازار گرم کر دیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دُوسری طرف لائل پور شہر میں رہنے والے اُن علمائے کرام نے جن کا دیوبند اور اکابرِ دیوبند سے تعلق تھا۔ اس معاملہ میں نہایت سنجیدگی اور شرافت سے کام لیا۔ اور محض تفریق بین المسلمین اور انتشار کے جرم سے بچنے کے لئے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی۔ اور یہ انہوں نے بہت ہی اچھا کیا۔ کیونکہ پاکستان کے موجودہ حالات تو بالکل اس بات کے مقتضی ہیں کہ یہاں مسلمانوں میں باہمی اتحاد و اتفاق

ہو۔ ایک بنیادی نصب العین کو سامنے رکھ کر اپنی ساری قوتیں اس کے حصول کے لئے وقف ہوں اور ہر طرح کی جزئی اور فرعی اختلافات کو یک طرف کر کے تمام علمائے کرام اور دیندار حضرات اس ملک میں اصل دینی نظام قائم کرنے کی کوشش کریں۔ مگر نہ تو مولوی سردار احمد صاحب نے اس شریفانہ رویہ سے کوئی سبق سیکھا اور نہ اُس کے اندھے بہرے مقلدوں نے کوئی فائدہ اٹھایا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ مولوی صاحب خود محجوب و شرمندہ ہو کر اپنے مشاغل سے باز آجاتے یا اگر یہ ان کی فطرت میں نہیں تو ان کے اذناب اتباع ہی اس کو سمجھاتے کہ بھلے آدمی آخر آٹھ سال سے آپ ہر گلی اور ہر کوچہ میں بدگوئی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور دُوسری طرف سے اُن کی شرافت دیکھیئے کہ وُہ آپ کی کسی بات پر توجہ تک نہیں دیتے اور اذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً پر عمل کر رہے ہیں۔ تو اب شرافت یہ ہے کہ آپ بھی لغو گوئی بس کیجئے۔

مگر افسوس کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس "چیلے" نے اپنے "گرو" کی طرح اس کو اپنی فتح اور کامیابی قرار دیا۔ اور سمجھا کہ میدان خالی ہے۔ لوگوں کی جیبوں اور ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے کسی گرفت کرنے کا ڈر نہیں۔ اور خدا کے خوف اور آخرت کی جوابدہی کے احساس سے تو یہ طبقہ ہے ہی بے نیاز۔ اس لئے فتنہ و فساد کا یہ طوفان اس کی بے لگام تقریروں سے اور بڑھتا ہی رہا۔ اور مسلمانوں میں خانہ جنگی اور سر پھٹول کی صُورت پیدا ہونے لگی۔

اِن حالات میں ہمارے نوجوان اور مخلص دوست چودھری بشیر احمد صاحب نے یہ ارادہ کیا۔ کہ مولوی سردار احمد صاحب کی علمی بے بضاعتی اور میدانِ مناظرہ میں عجز و درماندگی، اور راہِ فرار اختیار کرنے کی عادت کو نمایاں کرنے کے لئے ۱۳۵۴ھ کے اُس مناظرہ کی روئیداد شائع کی جائے جو اس نے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے ساتھ بریلی میں کیا تھا۔ اور جس میں سنسمہ علے الخرطوم کے مصداق مولوی صاحب پر فرار

اور شکستِ فاش کا داغ لگ گیا تھا۔

"بریلوی طبقہ" کے ساتھ بحث و مناظرہ کے بارے میں اب حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی رائے کافی بدل چکی ہے۔ اور وہ اب ان موضوعات پر ان لوگوں سے مناظرہ اور یہ طریق بحث و مباحثہ پسند ہی نہیں فرماتے۔ اور اُن کا خیال ہے۔ کہ اس طبقہ پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور ان کی حالت "وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا" کی ہے۔ جان بُوجھ کر محض خود غرضی، دُنیا پرستی اور جاہ طلبی کی وجہ سے اب یہ سارا ہنگامہ برپا ہے۔ اس لئے اب خود یہ لوگ کسی طرزِ خطاب کے اہل نہیں۔ میں خود ذاتی طور سے بھی مولانا نعمانی صاحب کے مسلک کو پسند کرتا ہوں۔ اور ان لوگوں کے بارے میں فذرھم فی غمرتھم یعمھون پر عمل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے بھی ابتداءً چوہدری بشیر احمد صاحب کو مشورہ یہ دیا۔ کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اس روئیداد کو پڑھ کر سمجھ دار اور نکتہ رس پڑھنے والوں کے سامنے اکابر علمائے اہل سنت والجماعت یعنی حضرات علمائے دیوبند پر عائد کردہ الزامات کی حقیقت کا پردہ کھُل جائے گا۔ اور خاندان ولی اللٰہی کے علمی و رُوحانی وارثین (علمائے دیوبند) کے متعلق پھیلائے گئے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی ہو سکے گا۔ اور شاید کچھ لوگ اصل حقیقت کو پہچان کر غلط روی سے بچ جائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ محترم چوہدری صاحب اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ اور مسلمان اس دَور کے اس فتنۂ شرک و ابتداع سے محفوظ ہو جائیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الحقّ حقاً وارزقنا اتباعہ وَاَرِنَا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ ۝ وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا وشفیعنا ومولانا محمّد وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وبارک وسلّمْ

سیّد سیّاح الدین کاکاخیل

۲۴ رجب ۱۳۷۷ھ (۱۴ فروری ۱۹۵۸ء)

اِنعقادِ مناظرہ کے اسباب

کے متعلق بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ لکھیں مناسب سمجھتے ہیں کہ بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ کا وُہ تحریری بیان نقل کردیں۔ جو انہوں نے انعقاد مناظرہ کے متعلق اشتہار کی شکل میں شائع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو وُہ لکھتے ہیں:-

حضرات!

میں شہر کہنہ بریلی کا باشندہ ہوں۔ اور ایک عرصہ سے تجارتی سلسلہ سے لکھنؤ رہتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اور دیوبندی بریلوی مناقشات سے مجھے کبھی کوئی دلچسپی نہیں ہوئی۔ کچھ دِن ہوئے کہ میں اپنے وطن بریلی آیا۔ میرے اہلِ محلہ سیّد اعجاز نبی صاحب مولوی لیاقت حسین صاحب۔ ثناء اللہ صاحب۔ سیّد حبیب الحسن صاحب۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور اُن کے کرایہ دار (جن کا نام اس وقت یاد نہیں) ان تمام حضرات نے جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے ماننے والے ہیں۔ مجھ سے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی وہابی ہو گئے ہیں۔ اور وُہ مولوی اشرف علی صاحب کو مانتے ہیں۔ لہذا اُن سے سلام و کلام وغیرہ سب چھوڑ دو۔ اور اس کے متعلق بڑے مولوی صاحب (مولانا حامد رضا خان صاحب) سے فتویٰ دریافت کرو۔ چنانچہ میں نے اس کے متعلق

سوالے لکھا۔ اور موخر الذکر صاحب جو بڑے مولوی صاحب کے غالباً مرید بھی ہیں۔ مجھ کو ہمراہ لے کر مولوی حامد رضا خان صاحب[2] کے پاس پہنچے۔ مولوی صاحب نے سوال دیکھا۔ اور زبانی جواب دیا کہ

"مولوی اشرف علی کافر ہیں۔ اُن کے ماننے والے بھی کافر ہیں۔ اُن سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جاوے۔"

میں نے عرض کیا۔ کہ آپ اس کو لکھ دیجئے۔ میں دُوسرے علماء صاحبان سے بھی جواب لکھاؤں گا۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ ہمارے مدرسہ کے بڑے مدرس صاحب سے لکھالو۔ میں اُن کے پاس حاضر ہوا۔ اُنہوں نے

سلہ سوال کی عبارت یہ تھی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ میرا بڑا بھائی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو عالم مانتا ہے۔ اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے۔ اور بعض لوگ مولوی اشرف علی صاحب کو وہابی کہتے ہیں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ در اصل مولوی اشرف علی صاحب وہابی ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہ وہابی ہیں تو مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ اپنے بھائی سے ملوں یا نہ مِلوں۔ اور وہابی کس کو کہتے ہیں؟

سلہ فرزند اکبر مولوی احمد رضا خان صاحب

مُجھ کو مولوی سردار احمد صاحبؒ کے پاس بھیج دیا ۔ اور انہوں نے وُہی جواب[۲] لکھّا۔ جو مولوی حامد رضا خان صاحب نے (زبانی) فرمایا تھا ۔

---

[۱] جو گذشتہ سالوں سے لائل پور میں تکفیری مہم چلا کر اپنے اسلاف کی سُنّت کو تازہ کر رہے ہیں ۔ (ناشر)

[۲] ۔ **الجواب** ۔ اشرف علی تھانوی نے حضورِ اقدس سردارِ دو عالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس در رفیع میں صریح توہین وکھلی گستاخی کے کلماتِ ملعونہ بکے ہیں۔ علمائے عرب و عجم نے ایسے کلمات کہنے والے کو کافر خارج از اسلام فرمایا ہے ۔ وُہ کلمات یہ ہیں ۔

" آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے ۔ کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اِس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ۔ ایسا* علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے ۔ حفظ الایمان ص ۶

(بقیہ بر صفحہ ۲۸)

* مجیب کی چالاکی اور عیّاری قابلِ غور ہے ۔ کہ اصل عبارت حفظ الایمان میں لفظ " ایسا علم غیب " ہے ۔ اور اِس مجیب نے اس میں سے لفظ غیب کو اڑا کر صرف لفظ " علم " لکھّا ہے ۔ اور اس طرح خلق اللہ کو دھوکے میں ڈال کر گمراہ کرنا چاہا ہے ۔ اور اپنے اسلاف محرفین کی سُنّت ستمرہ پر عمل کیا ہے ۔ فنعوذ باللہ من شرورِ انفسھم

(مرتب)

پھر میں نے وُہ فتوٰی مولانا رفاقت حسین صاحب عمروی کے سامنے پیش کیا۔ اُنہوں نے اس کا رد لکھا۔ اور کفر کے فتوے کو غلط باطل ثابت کیا۔[1]

(بقیہ حاشیہ ص۲۷) اشرف علی تھانوی وہابی بلکہ وہابیوں کا پیشوا ہے۔ وہابی اُسے کہتے ہیں۔ کہ جو محمد بن عبدالوہاب نجدی (جو رسول کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتا تھا) کا متبع ہو یعنی جو شخص رسُول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی کرتا ہے۔ وہابی کا لفظ اس کے لئے مشہور ہو گیا ہے۔ صورت مذکورہ میں اگر وُہ شخص اشرف علی کی عبارت مذکورہ پر مطلع نہیں ہے۔ تو اسے مطلع کر دیا جاوے۔ اطلاع پانے کے بعد اگر وُہ باز نہ آئے تو اس سے قطعاً علیحدگی اختیار کی جائے۔ اُس سے میل جول، سلام، کلام، کھانا، پینا سب حرام ہے۔ قال تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ فقیر محمد سردار احمد غفرلہ الاحد گورداسپوری

[1] مرتب روئیداد ہذا احقر رفاقت حسین غفرلہٗ اس لائق نہیں ہے۔ کہ مفتیانِ دین میں اس کا شمار ہو۔ اور نہ فتوے نویسی اس کا کام ہے۔ البتہ اپنی استعداد اور استطاعت کے مطابق حسب توفیق وُہ حق کی حمایت اور باطل کے خلاف جہاد کا جذبہ اپنے اندر ضرور رکھتا ہے۔ چونکہ مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے اس فتوئے کفر میں نہایت بیدردی کے ساتھ حق و صداقت کا خُون کیا تھا۔ اِس لئے اظہاراً للصواب جناب محمد شبیر صاحب سائل کے اصرار پر ناچیز نے اس کفری فتوے کا مختصر جواب لکھ دیا۔ جس کا نام بھی بعض احباب کی خواہش پر

اس کے بعد میرے اِنہیں محلہ والوں نے (جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے خاص آدمی تھے) مجھ سے کہا کہ اِن جھگڑوں کا ٹھیک فیصلہ مناظرہ

بطش شدید بر مفتری عنید رکھ دیا گیا۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے وہ جواب بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

بطش شدید بر مفتری عنید

حامداً و مصلیاً۔ امّا بعد معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مجیب نے اس جواب میں اپنے مجدّدِ ملت مُحدِث فی الدّین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا اتباع کرتے ہوئے نہایت سخت خیانت اور شرمناک بد دیانتی سے کام لیا ہے۔ خانصاحب بریلوی نے بھی حفظ الایمان کی یہی عبارت اسی طرح ناقص نقل کرکے اور اُس میں تحریفات کرکے علماءِ حرمین کے سامنے پیش کی تھی۔ اور ان حضرات کو دھوکہ دے کر اپنے فتوائے کفر کی اُن سے تصدیق کرائی تھی۔ اور یہی وجہ ہوئی۔ کہ جب اس عبارت کا صحیح مطلب علماءِ حرمین شریفین کے سامنے رکھا گیا۔ تو اُن حضرات نے اُس کو بالکل بے غُبار اور ناقابلِ اعتراض تبلایا۔ اور صاف لکھ دیا کہ ایسا لکھنے والا صحیح العقیدہ سُنّی ہے۔ علماءِ حرمین کا یہ آخری فتوئے "التصدیقات" کے نام سے اب سے تقریباً بیس سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ بہر حال بریلوی صاحب نے بھی اس عبارت کے متعلق یہ خلافِ دیانت کارروائی کی تھی اور انہیں کی اقتداء میں اِس مجیب نے بھی وہی خیانت کی ہے اور عبارت کو

ناقص نقل کیا ہے - ورنہ اگر اس کا ماسبق اور مالحق پُورا لکھ دیا جاتا - تو کسی کو کوئی شبہ نہ ہوتا - چُونکہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی توضیح علماء اہل سنت نہایت شرح وبسط کے ساتھ کر چکے ہیں - اور خود حضرت علامہ تھانوی مدظلہ بھی بسط البنان میں اس بہتان کا کافی شافی جواب دے چکے ہیں - اس لئے اب کسی مزید تفصیل کی تو حاجت نہیں - ہاں مختصراً اتنا سمجھ لینا چاہیئے - کہ حضرت تھانوی زید مجدہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں - بلکہ آپ کا مطمح نظر صرف لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق کا جواز وعدم جواز ہے - اور آپ صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ "عالم الغیب" سے یاد کرنا درست نہیں - اور اس دعوے کی ایک دلیل مولانا اس عبارت سے پہلے بیان فرما چکے ہیں - یہ عبارت دُوسری دلیل کی ہے - جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ جو گمراہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں - اُن سے دریافت کیا جاوے کہ تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہو - تو کس بنا پر آیا اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے نزدیک تمام غیوب غیر متناہیہ کا علم ہے - یا اس وجہ سے کہتے ہو کہ آپ کو بعض غیوب کا علم ہے - پہلی بات تو بالکل ہی باطل ہے (اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی اس کو خالص الاعتقاد میں باطل کہتے ہیں) رہی دُوسری بات یعنی یہ کہ آپ کو بعض غیوب کے معلوم ہونے

[1] یہ حاشیہ ص ۳۵ پر ملاحظہ ہو -

کی وجہ سے عالم الغیب کہا جائے۔ تو اس صورت میں تمہارا قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس کو بھی بعض غیب کا علم ہوگا۔ اس کو تم عالم الغیب کہہ دیا کروگے۔ تو پھر اس میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا امتیازی شان رہے گی۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح سے ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ بات تو انسان کے علاوہ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے[1]۔ پس تمہارے اس قاعدہ پر لازم آئے گا۔ کہ دُنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہو۔ پس اگر تم جواب دو کہ ہاں ہم تو سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے میں آپ کی کیا خاص تعریف ہوئی۔ جبکہ تمہارے نزدیک غیر انسان کو بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے؛

یہ ہے حضرت حکیم الامت مولینا تھانوی مدظلہ کی اس عبارت کا مختصر خلاصہ۔ اگر تفصیل مطلوب ہو تو بسط البنان اور توضیح البیان اور معرکۃ القلم[2] کی چوتھی

---

[1] اس کا ثبوت قرآنی آیات بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے بھی روئیداد ہذا میں آئندہ آئیگا۔

[2] مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے تکفیری فتویٰ "حسام الحرمین" کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا فیصلہ کن بیان (معرکۃ القلم) اب فیصلہ کن مناظرہ کے لقب سے شائع ہو رہا ہے۔ جو حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ادارہ اشاعتِ اسلامیہ شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہے۔ (ناشر)

بحث ملاحظہ فرمائی جاوے۔ بہر حال حضرت مولانا کی اس عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی ہے۔ سخت بد دیانتی اور اعلیٰ درجہ کی بے حیائی ہے۔ بالخصوص جبکہ حضرت مولانا مدظلہ لبسط البنان میں مفتریوں کے اس ناپاک افتراء سے اپنی برأت اور بیزاری کا اعلان فرما چکے ہیں۔

یہاں تک تو اس جواب پر تنقید تھی اب اصل سوال کا صحیح جواب ملاحظہ ہو کہ جو شخص حضرت تھانوی کو عالم مانتا ہے۔ اور اُن کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے۔ وُہ سراسر حق پر ہے۔ بے شک حضرت ممدوح اس وقت کے اکابر علماءِ حقانی میں سے ہیں۔ اور آپ کی کتابوں نے ہندوستان کی سرزمین میں رشد و ہدایت کے دریا بلکہ بیرونِ ہند میں بھی فیوض و برکات کے چشمے بہا دیئے ہیں۔ بہت سے گمراہ لوگ صرف حضرت ممدوح کی تالیفات کا مطالعہ کرکے راہِ راست پر آگئے۔ آج بحمداللہ حضرت کے متوسلین میں ہزاروں سے اُوپر ذاکر اور شاغل ہیں جن کی زندگی ایمان و عرفان کا صحیح نمونہ ہے۔

ہم دیانۃً کہتے ہیں۔ اور شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا ان نفوسِ قُدسیہ میں سے ہیں جن کو دیکھ کر اللہ اور یومِ آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جس کو اس میں شک ہو اُس سے ہم صرف اتنا عرض کریں گے۔ کہ وُہ باطل کی آلائشوں سے اپنے باطن کو پاک کرکے ایک دفعہ حضرت ممدوح کی خدمت اقدس

طرف سے حامد یار خان صاحب، لعل محمد صاحب اس کام کے انجام دینے

میں حاضر ہو۔ اور ہماری اِن معروضات کی تصدیق کرے۔ رہا کسی شخص کا حضرت مولانا تھانوی مدظلہم کو وہابی کہنا سو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ع

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

جبکہ صدیق و فاروق اور عثمان و مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر اور منافق کہنے والے بھی اسی دُنیا میں رہتے ہیں۔ تو پھر یہ کون سے تعجب کا مقام ہے کہ کسی عالمِ حقّانی کو بُرا بھلا کہا جائے۔

ہندوستان کے عام جاہل ہر متبعِ سُنت اور پابندِ شریعت کو وہابی کہتے ہیں۔ تعزیہ پرستوں کے نزدیک ہر وُہ شخص وہابی ہے جو تعزیہ داری کی مشرکانہ رسوم سے منع کرے۔ اسی طرح قبر پرست ہر اُس خُدا پرست کو وہابی کہتے ہیں۔ جو قبر پرستی کے خلاف جہاد کرے۔ سجدۂ قبر، بوسۂ قبر اور طواف قبر وغیرہ وغیرہ بدعات و منکرات کو منع کرے۔ اور بعض علاقوں میں اس کو وہابی کہا جاتا ہے جو سُود اور قمار بازی کے حرام ہونے کا وعظ کہے۔

پس اگر وہابیت اسی کا نام ہے تو بے شک حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدفیوضہم اور اُن کے خدّام سخت سے سخت اور کٹّر سے کٹّر وہابی ہیں۔ اور اس وہابیت پر وُہ جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے ؎

خدا گواہ گر جرم ماہمیں عشق است

گناہ گبر و مسلماں بجرم ما بخشند!

کے لئے منتخب ہوئے۔ اور میں بھی تیار ہو گیا۔ اور ہم لوگوں نے ایک تحریر

اور اگر وہابیت رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کی عداوت یا معاذ اللہ آپ کی شانِ اقدس میں اہانت اور گستاخی کا نام ہے تو حضرت تھانوی اور آپ کے متوسلین اس سے اسی طرح بری اور بیزار ہیں جس طرح دوسرے موجبات کفر سے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا دشمن یا آپ کی شان میں گستاخی کرنیوالا خُدا کا دشمن اور ابدالآباد کے لئے جہنم کا سزاوار ہے۔ وہ دُنیا میں واجب القتل ہے۔ اور خُدا کی زمین کو اُس کے ناپاک وجود سے پاک کردینا چاہئے۔ واللہ علیٰ مانقول شہید

پس سائل کا بڑا بھائی جو حضرت مولانا تھانوی کی کتابیں دیکھتا ہے۔ اس سے تعلقات کا منقطع کرنا حرام اور بدترین گناہ ہے۔ اور ایسے شخص سے قطع تعلق کی رائے دینے والا اُس خائب وخاسر جماعت میں سے ہے جس کے متعلق قرآنِ عزیز کا بیان ہے ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولٰئک ھم الخٰسرون ۝ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

حررہٗ العبد الراجی الی رحمۃ رب الکونین محمد المدعو برفاقت حسین غفرلہٗ رب المشرقین والمغربین العردی وطنا والعمری نسبا والحنفی مذھبا یوم عاشوراء محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

لکھی جس میں مولانا محمد منظور صاحب سے یہ درخواست کی گئی کہ ہم لوگ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۳۰) ؎ ہم حیران تھے کہ مولوی سردار احمد صاحب کے فتوے کا رد تو لکھا اس ناچیز نے اور مناظرہ کے لئے نامزد کیا گیا مولانا محمد منظور صاحب کو۔ اور غالباً ہمارے ناظرین کو بھی یہ خلجان ہوگا۔ لیکن تحقیق اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ کارروائی درحقیقت مولوی حامد رضا خان صاحب کی تھی۔ کیونکہ مولانا محمد منظور صاحب نے الفرقان میں مولوی حامد رضا خان صاحب سے ایک فیصلہ کُن تحریری مناظرہ شروع کر رکھا ہے۔ اور حسام الحرمین کی چاروں بحثوں کے متعلق مولانا موصوف اپنا دعوٰے نہایت مدلل طور پر پیش فرما چکے ہیں جس نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی خیانت اور افترا پردازی کو طشت ازبام کر دیا ہے۔ اور باوجود شدید مطالبہ کے مولوی حامد رضا خان صاحب ابھی تک اس کے جواب میں خاموش ہیں۔ اب جناب مدیر الفرقان نے تین مہینہ کی آخری مہلت دی ہے۔ بہرحال مولانا موصوف کی اس سخت گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ چال چلی تھی اور مصلحت اس میں یہ سوچی تھی کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب سے مخاطبہ گوارا نہ فرمائیں گے۔ کیونکہ وُہ اُن کے قرین نہیں ہیں۔ اور بس ہم فوراً ہی اعلان کردینگے کہ مولانا محمد منظور صاحب ہمارے مدرسہ کے مدرس صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے اور بھاگ گئے اور ہماری فتح ہوگئی۔ بہرحال اس مصلحت سے مولانا محمد منظور صاحب کو نامزد کر کے یہ تحریک اٹھائی گئی تھی اور درحقیقت سجھانے والے نے خوب سجھائی تھی۔ مگر قسمت بُری تھی کہ مولانا موصوف نے محمد شبیر صاحب

مولوی سردار احمد صاحب اور آپ کے درمیان مناظرہ کرانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟۔ یہ تحریر لے کر میں خود مولانا محمد منظور صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ

"میرا اور مولوی حامد رضا خان صاحب کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھائیے۔ مولوی حامد رضا خان صاحب سے میرے مناظرانہ مضامین کا جواب اصالتاً یا وکالتاً دلوائیے اور اگر مولوی سردار احمد صاحب ہی سے مناظرہ کرانا ہے تو میری تخصیص بلاوجہ ہے ......"

اور تقریباً یہی جواب مولانا نے اپنے قلم سے لکھ بھی دیا۔ لیکن جب میں نے اس پر اصرار کیا کہ آپ خود ہی اس کو منظور فرمالیجئے۔ تو آپ نے ازراہِ عنایت میری درخواست کو منظور فرمالیا۔ اور پہلے جو چند سطریں آپ نے لکھی تھیں اُن کو قلمزد فرماکر (اسی درخواست کے ذیل میں) مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی۔

کے اصرار پر بلا لحاظ کفاءت مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنا منظور فرمالیا۔ اور مولوی حامد رضا خان صاحب کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔

واللہ لایھدی کید الخائنین ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ ۱۲ مرتب

"باسمہ تعالیٰ حمداً وسلاماً۔ مندرجہ بالا تحریر میرے سامنے پیش کر کے مجھ سے تیاری وعدم تیاری کے متعلق سوال کیا کیا گیا ہے۔ میں متوکلاً علے اللہ تعالیٰ عرض کرتا ہوں۔ کہ تمام نزاعی امور میں بترتیب الاہم فالاہم (جو خانصاحب کا مسلمہ ہے) مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔ جلسہ کی انتظامی صدارت مولوی حامد رضا خان صاحب فرمائیں گے۔ والحمدللہ اولاً و آخراً"[1]

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۴ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

مولانا کی یہ تحریر مولوی حامد رضا خان صاحب کے اُن مریدین و معتقدین نے مجھ سے لے لی۔ اور مولوی سردار احمد صاحب کے پاس لے گئے۔ اُنہوں نے تحریر فرمایا:۔

---

[1] در حقیقت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ انتہائی فراخ حوصلگی تھی کہ اُنہوں نے مولوی حامد رضا خان صاحب کو فریقین کے لئے جلسہ مناظرہ کا انتظامی صدر تجویز کیا۔ مخالف اور حریف کے ساتھ اس سے زیادہ کوئی رعائت نہیں ہو سکتی۔ لیکن نہ معلوم کن وجوہ سے مولوی حامد رضا خان صاحب کو مولانا سے اس قدر گریز ہے۔ کہ وُہ اس صدارت کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ سچ ہے "یعاف الوردو الموت الشراب"
(مرتب)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم۔ فقیر کے سامنے ایک تحریر پیش کی گئی۔ جس میں مولوی منظور صاحب نے فقیر کے ساتھ مناظرہ کی تیاری کا اظہار کیا ہے۔ فقیر کو ہرگز مناظرہ سے انکار نہیں۔ مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے۔ جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بحمدہ تعالیٰ اُن امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے۔ اور انتظامی امور سے فقیر کو کوئی تعلق نہیں۔ فقیر سردار احمد غفرلہ الاحد

۱۴ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ گورداسپوری

یہ تھے انعقادِ مناظرہ کے وہ اسباب جو بانی مناظرہ نے خود اپنے قلم سے لکھے ہیں۔

(ماخوذ از اشتہار جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ مشتہرہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۵ء)

آغاز مناظرہ سے پہلے جو امور رضا خانی حضرات کی طرف سے پیش آئے وہ بجائے خود اگرچہ کچھ کم دلچسپ نہیں لیکن ہم بقصدِ اختصار ان کو چھوڑ کر اب ناظرین کو مجلسِ مناظرہ کی سیر کراتے ہیں۔

مناظرہ کا پہلا دِن

(۲۰ محرم الحرام ۵۴ھ یوم پنجشنبہ)

مناظرہ کا وقت رضاخانی صاحبان نے بلا ہمارے مشورہ کے دس بجے سے مقرر کیا تھا۔ اور مولانا محمد منظور صاحب مع اپنے احباب کے تقریباً ساڑھے نو بجے مدرسہ اشفاقیہ میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) پہنچ بھی گئے تھے۔ اور آپ نے اس کی اطلاع بھی بانی مناظرہ کو کرادی بھی۔ لیکن چونکہ منتظمین مناظرہ ضابطہ کی کسی کارروائی کے لئے تھانہ میں بُلائے گئے تھے۔ اور وُہ گیارہ بجے تک وہاں سے فارغ ہُوئے۔ اور اس کے بعد مولانا کو لینے کے لئے آئے۔ اس لئے آج کے دِن کی کارروائی بارہ بجے کے قریب شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے جناب مولٰنا رونق علی صاحب اوّل مدرّس مدرسہ اشفاقیہ صدر منتخب ہُوئے۔ اور رضاخانی صاحبان کی طرف سے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بہاری۔

اس کے بعد موضوع مناظرہ کے متعلق گفت گو شروع ہوئی۔

مولٰنا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ مناظرہ چونکہ آپ کے مرکز میں ہے۔ اِس لئے میں چاہتا ہُوں کہ یہی فیصلہ کن مناظرہ ہو۔ اور تمام اختلافی مسائل پر اس میں بحث ہو۔ اِسی لئے میں نے اپنی پہلی تحریر میں تمام نزاعی امُور کا لفظ لکھا ہے۔ اور آپ نے بھی اس کو منظور کر لیا ہے۔ چنانچہ آپ کی تحریر میں یہ الفاظ موجُود ہیں کہ " وُہ (یعنی محمد منظور)

جن امُور میں مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بحمدہٗ تعالیٰ اُن امُور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے۔" پس میں چاہتا ہُوں کہ یہ مناظرہ تمام مسائل مختلف فیہا پر ہو۔ مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ اِس مناظرہ کی بنیاد میرے اُس فتوے پر ہے جس میں میں نے حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کی ہے لہٰذا یہ مناظرہ محض حفظ الایمان کی عبارت پر ہوگا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا۔ کہ جبکہ آپ خود لکھ چکے ہیں کہ میں تمام اُن امُور میں مناظرہ کو تیار ہُوں۔ جن پر محمد منظور چاہے تو پھر اب جبکہ مناظرہ کا وقت آگیا تو آپ دُوسرے مباحث سے کیوں گریز کرتے ہیں۔ (ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون)

اس کے بعد مولانا نے ثابت کیا۔ کہ اگرچہ اِس فتوے میں آپ نے صرف حفظ الایمان ہی کی عبارت لکھی ہے۔ لیکن آپ حضرات کی تکفیر صرف اسی ایک عبارت پر مبنی نہیں ہے۔ اس لئے فقط حفظ الایمان کے فیصلہ سے تو صرف مسئلہ تکفیر کا بھی فیصلہ نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ دُوسرے مسائل۔ لہٰذا اِس صُورت میں مناظرہ بالکل بے سُود رہے گا۔

پھر مولانا نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہُوئے فرمایا۔ کہ آج مجھے اہلِ بریلی پر پُورے طریقہ سے اتمامِ حجت کرنا ہے۔ حق تعالےٰ نے صرف اپنی عنایت سے مجھے آج یہ موقع دیا ہے۔ کہ بریلی کی وُہ سادہ لوح پبلک

جو حامیان کفر اور علمبرداران تکفیر کے غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے ہماری بات سُننا حرام سمجھتی ہے۔ آج وہ میرا مناظرہ سُننے کے لئے آئی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی صحبت میں پُورے طور پر اس کو صداقت کا پیغام سُنا دُوں۔ اور ہر اختلافی مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا اور اپنے اکابر کا نقطۂ نظر واضح کردُوں (لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰی من حی عن بینۃ) مجھے معلوم نہیں کہ پھر کبھی یہ موقع مجھ کو میسر رہے یا نہیں ؎

امیرؔ جمع ہیں احباب، حالِ دل کہہ لے پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

بہت دیر تک اسی پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولوی سردار احمد صاحب چاہتے تھے کہ صرف عبارت حفظ الایمان پر مناظرہ ہو۔ اور مولانا محمد منظور صاحب کا اِصرار تھا۔ کہ تمام مسائل پر بحث ہو بالآخر ایک بار مولوی سردار احمد صاحب کی زبان سے نکلا۔ کہ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ یہاں موجود ہیں۔ اُن سے دریافت کرلیا جاوے۔ کہ وُہ کیا چاہتے ہیں۔ چنانچہ محمد شبّیر صاحب نے فرمایا۔ کہ میں تمام مسائل پر مناظرہ کرانا چاہتا ہوں تاکہ پُورے طور پر حقانیّت روشن ہوجاوے۔ بانی مناظرہ کے اس فیصلہ کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو کوئی چارہ نہ تھا۔ جبراً قہراً اُن کو ماننا پڑا۔ کہ مناظرہ تمام مختلف فیہ مسائل میں ہوگا۔

اس کے بعد مباحث کی ترتیب کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا۔ کہ میں اگر اپنی طرف سے کوئی ترتیب پیش کروں

تو ممکن ہے آپ کو اُس سے اختلاف ہو اِس لئے بہتر یہ ہے کہ مباحث کی ترتیب وُہی رہے جو مولوی احمد رضاخان صاحب نے اپنے تکفیری فتوےٰ "حسام الحرمین" میں قائم کی ہے۔ یعنی اوّل عبارات تحذیر الناس پر گفتگو ہو۔ اس کے بعد اُس جعلی فتوے پر جو حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ بعد ازاں عبارات براہین قاطعہ پر اس کے بعد عبارت حفظ الایمان پر۔ یہی ترتیب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ہے۔ اُمید ہے کہ اس سے آپ کو کوئی اختلاف نہ ہوگا تکفیر کی اِن چاروں بحثوں کے بعد دُوسرے اختلافی مسائل پر بھی الاہم فالاہم کی ترتیب سے گفتگو ہوگی جو مولوی احمد رضاخان کا مسلّمہ اصُول ہے۔

مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھ کو یہ ترتیب منظور نہیں ہے۔ بلکہ سب سے پہلے حفظ الایمان پر گفتگو ہوگی۔ دُوسرے مباحث کے متعلق اِس کے بعد دیکھا جائے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے جو ترتیب پیش کی ہے۔ وُہ میری ایجاد کردہ نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے امام مذہب مولوی احمد رضاخان صاحب کی قائم کردہ ترتیب ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اس میں کوئی نقصان ہے۔ تو بیان کیجئے۔ لیکن بلا کسی وجہ کے صرف میری ضد میں مولوی احمد رضاخان کی ترتیب کو چھوڑنا بالکل بیجا ہے۔ دُوسرے یہ کہ مولوی احمد رضاخان صاحب کوئی جاہل تو نہیں تھے۔ اور آپ سے تو یقیناً زیادہ علم رکھتے تھے انہوں نے جو ترتیب قائم کی آخر کچھ سوچ سمجھ کر ہی تو قائم کی ہوگی؟ آپ کو اُس سے کیوں اختلاف ہے۔؟ جبکہ خود انہوں نے حفظ الایمان کی بحث کو سب سے آخر میں رکھا ہے۔ تو آپ اُس

کو سب سے پہلے رکھنے پر کیوں مصر ہیں؟ ابھی تو مناظرہ شروع بھی نہیں ہوا ابھی سے آپ اپنے اعلحضرت کا دامن چھوڑنے لگے۔ ع

بسحر ہے دُور تمہارا رنگ فق ابھی سے ہے

غرض مباحث کی اس ترتیب کے متعلق بھی بہت دیر تک گفتگو جاری رہی۔ اور مولوی سردار احمد صاحب کی برابر یہی ضد رہی۔ کہ پہلے حفظ الایمان کی عبارت پر گفتگو ہوگی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے بار بار دلائل سے سمجھایا۔ لیکن مولوی سردار احمد صاحب زمین پکڑ گئے۔ اور اپنی اس بیجا ضد سے نہ ٹلے۔ بالآخر بعض منتظمین مناظرہ نے مولانا محمد منظور صاحب سے عرض کیا کہ جب آپ کو تمام مباحث پر گفتگو کرنی ہے تو اس میں کیا حرج ہے کہ پہلے حفظ الایمان کے متعلق بحث ہو مولانا نے فرمایا درحقیقت میرا اس میں کوئی حرج نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی گفتگو سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ دوسرے مباحث پر گفتگو کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہیں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ حفظ الایمان پر تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد وہ کسی حیلہ سے مناظرہ ختم کردیں گے[1] اس لئے میں چاہتا ہوں کہ دوسرے مباحث پر پہلے گفتگو ہو اور بعد میں حفظ الایمان پر تاکہ مناظرہ ناتمام ختم نہ ہو۔

---

[1] اللہ کی عجیب شان ہے۔ کہ مولانا کا یہ خیال حرف بحرف صحیح ہوا۔ جیسا کہ ناظرین کو روئداد ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ۱۲ مرتب۔

اس کے جواب میں رضاخانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بہاری نے کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ حفظ الایمان کے بعد دُوسرے مباحث پر بھی گفتگو ہوگی۔ آپ صرف اس کو مان لیجیے۔ کہ پہلے بحث حفظ الایمان پر ہو۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا: کہ اچھا آپ اپنے مناظر صاحب سے مجھ کو اس کی تحریر دلوا دیجئے۔ کہ حفظ الایمان کی بحث کے بعد دُوسرے مباحث پر بھی وُہ ضرور گفتگو کریں گے۔

مولوی سردار احمد صاحب نے اِس موقع پر ایک عجیب وغریب شاخسانہ نکالا فرمانے لگے کہ نہیں جناب جب میں حفظ الایمان کی عبارت کا کفر ہونا ثابت کردُوں۔ اور آپ مجمع عام میں توبہ کرلیں۔ تو میں دُوسرے مباحث پر گفتگو کروں گا[1]۔ اور جب تک آپ حفظ الایمان کے کفر سے توبہ نہیں کریں گے۔ میں ہرگز اُس وقت تک دُوسرے مسائل پر مناظرہ نہیں کرونگا۔

مولانا منظور صاحب نے فرمایا۔ کہ جناب مجھے تو معلوم ہے۔ کہ آپ کسی حال میں بھی دُوسرے مسائل میں گفتگو نہیں کریں گے۔ اور چونکہ آپ کا دِل جانتا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت خالص اسلامی عبارت ہے۔ اور کوئی کفر کا حامی قیامت

---

[1] ناظرین اس احمقانہ شرط کی داد دیں۔ اور رضاخانیوں کی معقولیت کا ماتم کریں۔ یہ ہے رضاخانیوں کے مایۂ ناز مدرس (موجودہ شیخ الحدیث۔ ناشر) اور مناظر کی قابلیت اس پر ان بزرگوار کو منطق دانی کا بھی دعویٰ ہے کہ عقل بڑی یا بھینس؟ بیشک ان منطقی صاحب کی عقل سے تو یقیناً بھینس ہی بڑی ہے (مرتب)

تک اُس کا کفر ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے آپ یہ لغو شرط لگا رہے ہیں۔ کہ نہ اُس عبارت کا کفر ہونا ثابت ہوگا نہ توبہ کی نوبت آئے گی۔ نہ آپ دُوسرے مباحث پر مناظرہ کو تیار ہوں گے۔ مثل مشہور ہے۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

آپ کی یہ شرط بالکل ایسی ہے۔ کہ کسی سناتن دھرمی سے مسئلہ توحید مسئلہ رسالت و تناسخ وحدوث روح و مادہ پر میرا مناظرہ طے ہو اور جب مباحث کی ترتیب کا سوال اُٹھے تو وُہ آپ کی طرح یہ مہمل شرط لگا دے۔ کہ نہیں جناب جب میں (معاذاللہ) توحید کو باطل ثابت کر دوں اور آپ اُس سے توبہ کر کے بت[1] پرستی کا اقرار کریں۔ تو میں دُوسرے مباحث پر گفتگو کروں گا۔ ورنہ ہرگز نہیں آپ ہی بتلائیں کہ اُس سناتن دھرمی کی یہ شرط قابلِ قبول ہوگی؟

غرض مولوی سردار احمد صاحب کی اس لایعنی شرط پر بھی گھنٹوں گفتگو رہی۔ اور بہت دیر کے بعد مولوی سردار احمد صاحب اپنی اس بے جا ہٹ سے باز آئے۔ اور انہوں نے دُوسرے مباحث پر بھی مناظرہ کی تحریر دیدی۔

اور آج کا پُورا دن صرف انہیں دو باتوں میں ختم ہو گیا۔ جس سے حاضرین کو بہت زیادہ کوفت رہی۔ اور ہم کو بھی اضاعتِ وقت کا بہت زیادہ ملال ہوا۔

---

[1] بہت سے اہلِ بدعت بجائے بُت پرستی کے قبر پرستی کرتے ہیں۔ تشابهت قلوبهم ۱۲ مرتب

مناظرہ کا دُوسرا دِن

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم جمعہ مُبارکہ

آج عمدۃ المقررین زبدۃ الواعظین حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی بھی مراد آباد سے تشریف لے آئے۔ اور اہلسنت کی طرف سے صدارت کے لئے آپ ہی کا انتخاب ہؤا۔ مگر چونکہ آپ کی ذات سے حامیانِ باطل کو غیر معمولی صدمات پہنچے ہیں۔ اور بُہت سے مقامات پر آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور موحدانہ تقریروں نے شرک و بدعت کے مرکزوں کو ویران کر دیا ہے اور لاہور وغیرہ میں اس کا کافی تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ آپ کی صدارت میں رضاخانیوں کو کسی بے ضابطہ کارروائی کا موقعہ نہیں مِلتا۔ اِس لئے بہت دیر تک رضاخانیوں کی طرف سے اس پر اصرار ہؤا۔ کہ مولانا ممدوح صدر نہ ہوں۔ حالانکہ یہ بات طے شدہ تھی۔ کہ ہر فریق جس کو چاہے گا اپنا صدر منتخب کرلے گا۔

لیکن اس کے باوجود رضاخانی حضرات بالخصوص اُن کے صدر صاحب بُہت دیر تک اس پر اڑے رہے۔ کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب صدر نہ ہوں۔ بالآخر ان کی اِس بیجاہٹ کو رائے عامہ نے ٹھکرا دیا۔ اور مولانا کی صدارت میں مناظرہ کی کارروائی اِس طرح شروع ہوئی۔

مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی اعتراضی تقریر (بعد خطبہ)

انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا لتؤمنوا باللّٰہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرۃ و اصیلا ۔ حضرات! اللّٰہ تعالیٰ نے اٹھارہ

ہزار عالم پیدا کئے اور حضرت انسان کو اُن سب میں افضل بنایا۔ پھر اُن انسانوں میں ایک گروہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا پیدا کیا۔ جن کا کام ہدایت کرنا ہے۔ اور اس گروہ کو سب سے زیادہ مقرب اور معزز بنایا۔ یہاں تک کہ اُن کے غلاموں کا مرتبہ یہ بنایا کہ اُن کے نورانی چہرے قیامت میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کالقمر لیلۃ البدر۔ پھر اُن انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے ایک ہستی کو سب سے زیادہ برگزیدہ بنایا۔ وہ ہستی ہمارے آقائے نامدار سرکار ابد قرار احمد مختار صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ انہیں کی شانِ پاک میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے جو میں نے اس وقت تلاوت کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے محبوب ہم نے تم کو شاہد اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآنِ پاک میں حضورؐ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ اکبر خود خدا جس کا مدّاح ہو۔ بھلا اس کی عظمت اور رفعت کا کیا کہنا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ آج بہت سے لوگ خدا کے اُس برگزیدہ محبوب کی توہین کرتے ہیں۔ اور پھر بھی اُن کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب جو تمام دیوبندیوں کے سرگروہ سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور کی شان میں یہ گستاخی کی ہے۔ کہ جیسا علم اُن کو ہے ایسا تو بچوں اور پاگلوں اور جانوروں یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے اُن کی اصل عبارت یہ ہے۔ لکھتے ہیں۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر

بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

دیکھیئے اس عبارت میں حضورؐ کی کتنی بڑی توہین کی گئی ہے۔ اور آپؐ کو کیسی سخت گالی دی گئی ہے۔ کہ معاذ اللہ جیسا علم آپ کو ہے ایسا جانوروں اور پاگلوں کو بھی ہے۔ توبہ توبہ!

ان کی اسی گستاخی کی وجہ سے میں نے اپنے فتوے میں اُن کو کافر لکھا ہے۔ اور میرا ایمان ہے۔ کہ جو بھی حضورؐ کی توہین کرے۔ خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو وُہ کافر ہے۔ اور میں اُس کے مُنہ پر کہدوں گا کہ تو کافر ہے۔ ہم کو حضورؐ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب کی پہلی جوابی تقریر

(خطبۂ مسنونہ کے بعد)

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین یا معین بک نستعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاضرین کرام! آپ حضرات نے میرے فاضل مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کی تقریر سُنی۔ آپ نے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ فضائل بیان کئے ہیں۔ جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جو کچھ آپ

نے بیان فرمایا ہے وُہ تو آپ کے حقیقی فضائل و کمالات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں
اس کو آپ کی شانِ عالی سے وُہ نسبت بھی نہیں جو ذرّہ کو آفتاب سے ہے
درحقیقت آپ ساری مخلوق حتیٰ کہ کل انبیاؑ کے بھی سردار ہیں۔ اور ایک حیثیت
سے سب نبی آپ کے اُمتی ہیں۔ آپؐ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

انا سید[1] ولد ادم ولا فخر وبیدی لواء الحمد
ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا
تحت لوائی ولا فخر اور ایک دُوسری روایت میں ہے۔
اذا کان[2] یوم القیامۃ کنت امام المرسلین وصاحب
شفاعتھم اور ایک روایت میں ہے۔ انا امیرھم[3]
اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا

---

[1] میں کل بنی آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر ناز نہیں۔ اور میرے ہی ہاتھ میں
حمد کا جھنڈا ہوگا۔ اور سارے نبی حتیٰ کہ حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ سب کے سب
میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ مرتب

[2] قیامت کے دِن میں سارے رسولوں کا امام ہوں گا اور اُن کا شفیع۔ مرتب

[3]۔ جب سارے نبی خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے تو میں اُن کا امیرِ وفد ہوں گا
اور جب وُہ خاموش ہوں گے تو میں اُن کا خطیب ہونگا۔ اور جب وُہ مایوس ہوں گے
تو میں اُن کو خوشخبری سناؤں گا۔ اور حمد کا جھنڈا اُس دِن میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ اور
مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ ۱۲ مرتب

مبشر ھماہ ایشو و لواء الحمد یومئذ بیدی ولا فخر

اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ میں نے تمام عالم کا چکر لگایا ہے۔ مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک زمین کا چپّہ چپّہ میں نے دیکھا ہے آسمانوں کی بھی سیر کی ہے۔ لیکن میں نے کسی مخلوق کو آپ کے ہم رتبہ نہیں پایا۔ اور نہ خدا کے نزدیک کسی شخص کی وُہ قدر و منزلت ہے جو آپ کی ہے۔ اسی حدیث کا ترجمہ کسی شاعر نے اس طرح کیا ہے ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

بہر حال ہمارا ایمان ہے۔ کہ ہمارے آقا و مولا ارواحنا وقلوبنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم تمامی مخلوق میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔ بلکہ دُوسری مخلوقات کو آپ سے وُہ نسبت بھی نہیں جو ستاروں کو آفتاب سے ہے۔ بلکہ ہمارے اکابر نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ روضہ اقدس کی وُہ پاک اور خوش نصیب مٹی جو جسدِ اطہر سے ملی ہوئی ہے وُہ بھی عرشِ اعظم سے افضل ہے۔ اور یہ بھی جو کچھ عرض کیا گیا اُن کے مراتبِ رفیعہ کے اعتبار سے بہت کم ہے۔ درحقیقت اُن کی شانِ اقدس اس سے اعلیٰ و بالا ہے۔ کہ کما حقہ اس کو بیان کیا جا سکے۔ ہمارا ایمان ہے

ملے مذکورۂ بالا حدیث اور فارسی کے اس شعر کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے بھی اپنی مقبولِ عام کتاب "نشر الطیب" میں نقل فرمایا ہے۔ مرتب

؎ لایمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پس حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل آپ نے بیان فرمائے۔ وُہ بلکہ اُس سے بہت زیادہ ہم کو تسلیم ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک اُن پر ایمان کا مدار ہے علےٰ ہذا القیاس آپ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضور کی توہین کرے وُہ کافر ہے۔ یہ بھی بالکل صحیح ہے۔ بیشک جو بدنصیب حضور کی شانِ پاک میں گستاخی کرے۔ وُہ ملعون ہے خارج از اسلام ہے دُنیا میں واجب القتل اور آخرت میں ابدالآباد کے لئے جہنمی ہے بلکہ حضور کی شان تو بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی بدنصیب حضور کے غلام بلالِ حبشی رضؓ کی توہین بھی حضور کی غلامی کی حیثیت سے کرے۔ تو وُہ بھی کافر ہے۔ بلکہ میرے عقیدے میں تو وُہ شخص بھی مومن نہیں۔ جو مدینہ طیبہ کی اُس مقدس خاک کی توہین کرے۔ جس کو حضور کی قدمبوسی کا فخر حاصل ہُوا ہے ؎

ومن عادتی حب الدیار لاھلھا
وللناس فیما یعشقون مذاھب

رہا حضرت مولینا تھانوی مدظلہ پر آپ کا یہ بہتان کہ معاذ اللہ انہوں نے حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ مجھے آپ حضرات کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہے۔ کہ جبکہ خود مولانا مدظلہ اس ناپاک خیال سے اپنی برائت اور بیزاری ظاہر فرما چکے ہیں۔ اور بارہا دلائل قاہرہ سے اس بہتان کا افتراء محض ہونا ثابت کیا جا چکا ہے۔ تو کیونکر آپ حضرات کو اس کے زبان پر لانے کی جرأت ہوتی ہے یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ ایک شخص کی طرف آپ ایک عقیدہ منسوب کرتے ہیں۔ وُہ اس سے بیزاری اور تحاشی کرتا ہے۔ اور اس کی عبارت میں اُس

ملعون عقیدہ کی بُو بھی نہیں آتی۔ مگر پھر بھی آپ یہی کہے جاتے ہیں۔ کہ اُس کا عقیدہ وُہی ہے۔ جو ہم کہہ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور باطل کوشی کی کوئی نظیر نہیں مِل سکتی۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھی۔ لیکن چونکہ آپ کو خود یقین تھا کہ اس میں حضور کی توہین و تنقیص کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے اُس عبارت کے پڑھنے کے ساتھ ہی آپ نے اپنی طرف سے لوگوں کو یہ بھی تبلایا۔ کہ

"حفظ الایمان میں حضور کی شان میں یہ گستاخی کی ہے۔ کہ جیسا علم حضور کو ہے ایسا تو۔ بچّوں اور پاگلوں اور جانوروں کو یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے"

حالانکہ یہ محض آپ کا بُہتان ہے۔ حفظ الایمان میں کہیں یہ موجود نہیں کہ جیسا علم حضور کو ہے ایسا کسی دُوسرے کو حاصل ہے۔ یہ "جیسا" کا لفظ آپ نے خُود اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اور یہ صرف آپ ہی کا قصور نہیں۔ بلکہ آپ کے اعلےٰ حضرت صاحب نے بھی حسام الحرمین میں یہی حرکت کی ہے۔ آپ تو صرف اُن کے مُقتدی ہیں۔ بہر حال یہ محض آپ کا افتراء ہے۔ (وقد خاب من افترىٰ)

(حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ جناب صدر (حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب) نے اطلاع دی۔ کہ آپ کے وقت میں صرف ۲ دو منٹ باقی ہیں۔ لہٰذا حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب بیان کیا جاوے۔ چنانچہ اپنی تقریر کا رُخ مولانا نے اسی طرف پھیر دیا اور فرمایا۔)

حفظ الایمان کی اس عبارت میں درحقیقت یہ بحث ہی نہیں ہے۔ کہ حضور کو غیب کا کس قدر علم تھا اور آیا اس میں کوئی دوسرا آپ کے برابر ہے یا نہیں بلکہ یہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب اس میں کلام فرمائے ہیں کہ حضور کو عالم الغیب کہا جاوے یا نہیں۔ مولانا کا مسلک یہ ہے۔ کہ جس طرح حضور کو رازق اور خالق نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح آپکو عالم الغیب بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور حفظ الایمان میں مولانا نے اپنے اس دعوے پر دو دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔ دلیل اول اس عبارت سے پہلے مذکور ہے جس پر اس وقت بحث ہو رہی ہے۔ اور یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ اور اس کا حاصل صرف اس قدر ہے۔ کہ جو لوگ حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں اُن سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں یا بعض غیب کی وجہ سے اگر کُل کی وجہ سے کہتے ہیں۔ تو غلط ہے اس لئے کہ حضور کو کُل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہوں تو اس بعض میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ کیونکہ مطلق بعض غیوب کا علم تو ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو (ان عالم الغیب کہنے والوں کے) اس غلط اصول پر لازم آئے گا۔ کہ ہر انسان بلکہ ہر حیوان کو عالم الغیب کہا جاوے۔ تو پھر اس عالم الغیب کہنے میں حضور کی کوئی مدح نہ ہوئی۔ غور کیا جاوے کیا اس میں حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر تبلایا گیا ہے؟ یا اُس برابری سے بچایا گیا ہے جو ان عالم الغیب کہنے والوں کے اصول پر لازم آتی ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب پہلے ہی سے آنکھوں پر کفر کی عینک لگا کر کسی

کلام کو دیکھا جاویگا۔ تو لامحالہ اس میں کفر ہی نظر آئے گا۔

ہُنر بچشمِ عداوت بزرگتر عیب است

میرا وقت ختم ہو گیا۔ اِس لیئے تقریر کو ناتمام ختم کرتا ہُوں ابھی اس کے متعلق مجھے کچھ اور عرض کرنا ہے۔ جو انشاء اللہ تعالےٰ آئیندہ تقریر میں عرض کرونگا۔

مولوی سردار احمد صاحب حضرات! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے ایک لمبا سا وعظ کہدیا۔ اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے حفظ الایمان کی وہ عبارت بعینہٖ پڑھ کر سنائی تھی جس میں حضور کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ اور حضور کے علمِ اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اس میں جیسا کا لفظ نہیں ہے۔ میں بھی کہتا ہُوں کہ بے شک اس میں جیسا کا لفظ مذکور نہیں ہے لیکن محذُوف ہے۔ اور حرفِ تشبیہ کثرت سے محذوف ہوتا ہے۔ جیسے محاورہ میں کہتے ہیں۔ کہ زید شیر ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زید شیر جیسا ہے۔ تو دیکھئے یہاں جیسا کا لفظ محذوف ہے۔ ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت میں بھی لفظ جیسا محذوف ہے۔ اس کے بعد میں حفظ الایمان کی اس عبارت کی ایک مثال پیش کرتا ہُوں۔ اس کو ذرا ٹھنڈے دِل سے سُنیئے اور جواب دیجئے۔

اگر میں یُوں کہُوں کہ مولوی اشرف علی صاحب کو جو لوگ عالم کہتے ہیں۔ تو کیوں آیا کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ کُل علوم تو اُن کو یقیناً حاصل نہیں اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں مولوی اشرف علی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو گدھے کو بھی ہے۔ کُتے کو بھی ہے۔ سُور کو بھی ہے۔ کہیئے اس سے آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟ میں سمجھتا ہُوں کہ آپ یقیناً ناراض ہوں گے۔ کہ ہمارے

مولانا کو ایسا ویسا کہہ دیا۔ تو جب اس عبارت سے آپ کے مولوی اشرف علی صاحب کی توہین ہوتی ہے حالانکہ اس میں جیسا کا لفظ نہیں ہے۔ تو حفظ الایمان کی عبارت سے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کیوں نہ ہوگی؟ اس میں بھی تو یہی کہا گیا ہے۔ مولوی صاحب یہاں وعظ کہنے سے کام نہیں چل سکتا۔ آپ کو میری بات کا جواب دینا ہوگا۔ میں بغیر جواب کے آپ کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جدھر کو آپ جائیں گے میں آپ کو اُدھر سے ہٹا کر اپنے سامنے لاؤں گا۔ [1]

مولانا محمد منظور صاحب میرے لائق اور مہذب مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کو شکایت ہے۔ کہ میں وعظ کہتا ہوں حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی تقریر کے آغاز میں رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک کے متعلق کچھ بیان کیا تھا۔ اِس لئے مجھے بھی کچھ اس سلسلہ میں عرض کرنا پڑا۔ اگر یہ آپ کو ناگوار ہے تو میرے پاس اس کا کیا علاج ہے؟

افسوس عشق نبوی کا دعویٰ تو اِس قدر بلند اور دِل کی یہ حالت کہ اُن کے فضائل و کمالات کا سُننا بھی گراں گذرتا ہے۔ بحمد اللہ اپنا حال تو یہ ہے ؎

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

اس کے بعد میں اصل مبحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پہلی تقریر

---

[1] ناظرین کرام یہ ہے رضاخانی مولویوں کا طرزِ کلام اور طریقہ گفتگو جس سے لکھنؤ کے ہیجڑے بھی شرمائیں۔ یہ اس باب تہذیب کی ابتدا ہے چلو آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ۱۲ مرتب

میں عرض کیا تھا۔ کہ مولانا تھانوی مدظلہ کی عبارت میں جیسا کا لفظ نہیں ہے۔ اور مولوی سردار احمد صاحب بار بار جیسا کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے اس کو تسلیم کر لیا۔ کہ واقعی اس میں لفظ جیسا نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ آپ نے یہ بات نہایت پُرلطف فرمائی ہے کہ جیسا کا لفظ یہاں سے محذوف ہے۔ اللہ رے شوقِ تکفیر کہ اگر الفاظ موجودہ سے کفر ثابت نہ ہو تو ایک مسلمان کو کافر بنانے کے لئے لفظ جیسا محذوف مان لو کیوں؟ اس لئے کہ کافر تو کسی نہ کسی طرح اس کو ضرور ہی بنانا ہے۔ لیکن کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس لفظ کے محذوف اور مقدّر ہونے کی کیا دلیل ہے کیونکہ مولوی سردار احمد صاحب فرما رہے ہیں۔

جناب مولانا! اگر اسی طرح من مانے الفاظ محذوف اور مقدّر مان کر کفر ثابت کیا جائے گا۔ تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ مثلاً کوئی مسلمان کہے گا کہ اللہ ایک ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ تو کافر ہو گیا۔ کیونکہ تیرا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک نہیں ہے۔ اور نہیں کا لفظ اگرچہ تُو نے بولا نہیں مگر تیرے کلام میں محذوف ہے۔ انا لِلّٰہِ وانّا الیہِ راجعون۔

بہر حال یہ لفظِ جیسا کے محذوف ہونے کی آپ نے ایک ہی کہی لیکن آپ کی اس بات سے اتنا تو معلوم ہو گیا۔ کہ حفظ الایمان کی موجودہ عبارت آپ کے نزدیک بھی موجبِ کفر نہیں ہے۔ ہاں اگر اُس میں ایک جیسا کا لفظ اور مان لیا جاوے تو کُفر ہو گا۔ پس حفظ الایمان کی موجودہ عبارت کا غیر مُوجب کفر ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا۔ اور یہی میرا مقصد تھا۔ فلِلّٰہِ الحمد

اُس کے بعد میں اپنے وعدے کے مطابق حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح کرتا ہُوں۔ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہُوں۔ کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں یہ بحث نہیں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو کس قدر علُوم غیبیہ عطا فرمائے گئے تھے۔ اور کوئی دُوسرا اُن میں آپکا شریک ہے یا نہیں۔ بلکہ مولانا تھانوی مدظلّہٗ کا مدّعا یہاں صرف یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو عالم الغیب کہنا درست نہیں۔ اسی پر مولانا نے یہ دلیل قائم کی ہے اور حاصل اس کا صرف یہ ہے۔ کہ جو شخص حضوؐر کو عالم الغیب کہتا ہے۔ وُہ یا تو اِس وجہ سے کہتا ہے۔ کہ اس کے نزدیک حضور کو غیب کی بعض باتوں کا علم ہے۔ یا اس وجہ سے کہ آپ کو غیب کی کل باتیں معلوم ہیں۔ یہ دُوسری شق تو اِس لئے باطل ہے۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے۔ اور پہلی شق یعنی بعض علم غیب کی وجہ سے حضوُر کو عالم الغیب کہنا اس لئے باطل ہے کہ اس صوُرت میں لازم آوے گا۔ کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ غیب کی کوئی نہ کوئی بات تو سب ہی کو معلوم ہو جاتی ہے۔ پس اس شق میں چوُنکہ سب انسانوں حتیٰ کہ حیوانوں کو بھی عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہٰذا یہ شق یعنی زید کا بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا بھی باطل ہو گی۔ یہ ہے مولانا کی اِس عبارت کا خلاصہ۔

اب میں خود حفظ الایمان کے الفاظ آپ کے سامنے مختصر شرح کے ساتھ پیش کرتا ہُوں بغور سُنئے:۔

مولانا فرماتے ہیں۔

آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذاتِ قدسی صفات پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے۔ کہ اس غیب سے مراد (یعنی اُس غیب سے جس کی وجہ سے وُہ عالم الغیب کہتا ہے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب یہاں حضرت مولانا مدظلہ اُس عالم الغیب کہنے والے شخص سے یہ دریافت فرمارہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے آیا اس لحاظ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیوب کا علم ہے۔) اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی اگر تم حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہو) تو اس میں (یعنی اس مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا (بعض) علم غیب (کہ جو عالم الغیب کہنے کے لئے تمہارے اس اصول پر کافی ہو یعنی کچھ نہ کچھ غیب کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے[1] کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دُوسرے شخص سے مخفی ہے

---

[1] مولوی سردار احمد صاحب نے کل مناظرہ میں حفظ الایمان کی عبارت غالباً سو دفعہ سے کم نہ پڑھی ہوگی۔ کیونکہ وُہ ایک ایک تقریر میں کئی کئی دفعہ اس کو پڑھتے تھے۔ جس کی شہادت بریلی کی عام پبلک سے لی جا سکتی ہے۔ لیکن ہر دفعہ آپ نے یہ عبارت ناقص ہی پڑھی۔ اور کبھی بھُول کر بھی یہ آخری فقرہ نہیں پڑھا۔ جس سے ان کے بُہتان کی سب قلعی کھُل جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

تو چاہئے کہ (تمہارے اس غلط اصول کی بناء پر) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی عبارت اور یہ ہے اُس کا صحیح مطلب جو میں نے عرض کیا۔ افسوس ہے کہ آپ حفظ الایمان کی عبارت پڑھتے ہیں لیکن اُس کا وُہ آخری فقرہ چھوڑ جاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا نے زید وعمرو وغیرہ کے لئے صرف غیب کی کچھ نہ کچھ باتوں کا علم یعنی مطلق بعض علم غیب تسلیم کیا ہے۔ نہ کہ وُہ علم جو واقعہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

اس کے بعد میں آپکی مثال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق جو مثال پیش کی تھی اُس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بُہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ عُرف میں مولانا اشرف علی صاحب کو عالم کہا جاتا ہے۔ اور ہر عالم دین کو شرعاً عالم کہنا جائز ہے۔ بخلاف عالم الغیب کے کہ اُس کا اطلاق خدا کے سوا کسی اَور پر دُرست نہیں۔ لہذا حفظ الایمان کی عبارت کی صحیح مثال وُہ بن سکتی ہے جس میں کسی مخلوق پر ایسے لفظ کے اطلاق کو متعلق کلام کیا جاوے جو عُرف شرع میں خدا کے سوا کسی اور کے لئے نہ بولا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کی صحیح مثال رازق کا لفظ ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بُہت بڑا فیاض ہے۔ اُس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے۔ اور وُہ ہر روز ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہنے لگے کہ میں تو اِس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص کہے کہ تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس اعتبار سے۔ آیا اس لحاظ سے کہ وُہ ساری مخلوق کو رزق دیتا

ہے یا اس وجہ سے کہ وُہ بعض آدمیوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پہلی شق تو یقیناً باطل ہے۔ اب رہی دُوسری شق یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جاوے۔ کہ وُہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو اس میں اس بادشاہ کی کیا تخصیص ہے۔ ایک غریب سے غریب انسان اور معمولی درجہ کا مزدور بھی اپنے بچّوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چڑیاں اپنے بچّوں کو دانہ دیتی ہیں تو پھر تمہارے اس اصُول پر چاہیئے کہ اِن سب کو رازق کہا جائے۔ غور فرمایا جاوے کہ کیا اس میں اُس فیّاض بادشاہ کی توہین ہے یا زید کی حماقت اور جہالت کا اظہار ہے۔ جو اپنے غلط اصول کی وجہ سے اُس بادشاہ کو خواہ مخواہ رازق کہہ کر ایک شرک کا دروازہ کھول رہا تھا۔ اور کیا کوئی صاحبِ عقل انسان اس تقریر سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ اس میں ہر غریب مزدُور بلکہ ہر چرند پرند کو اُس فیّاض بادشاہ کے برابر کر دیا۔

چونکہ وقت ختم ہو گیا اِس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہُوں۔ انشاء اللہ آئندہ ابھی اس کے متعلق کچھ اور عرض کرونگا۔

مولوی سردار احمد صاحب | حضرات! آپ نے دیکھ لیا۔ مولوی منظور صاحب اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت گذارتے ہیں۔ اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ مولوی صاحب! یاد رکھئے میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ آپ جدھر کو جائیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے اُدھر ہی کو جاؤں گا۔ اور جب تک آپ سے جواب نہیں لے لوں گا یا توبہ نہیں کراؤں گا اُس وقت تک سامنے سے ہٹنے نہیں دُونگا۔ میں پنجابی ہوں پنجابی۔ آپ کا کسی پنجابی سے واسطہ نہیں پڑا

ہے۔ پنجابی بڑا کرا ہوتا ہے۔[1]

مسلمانو! پھر سُن لو حفظ الایمان کی وہ کفری عبارت یہ ہے۔ (اس کے بعد حفظ الایمان کی وہی عبارت پڑھ دی۔ اُس کے بعد اس طرح تقریر شروع کی) دیکھئے اس عبارت کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے۔ کہ جیسا علمِ غیب حضورِ اقدس کو ہے ایسا ہر بچّہ کو ہر پاگل کو اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر حضور کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت میں جیسا کا لفظ نہیں ہے میں مانتا ہوں کہ ہاں نہیں ہے۔ مگر ایسا کا لفظ تو ہے وہ بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ دیکھئے اگر میں کہوں کہ مولوی منظور صاحب کا علم گدھے ایسا ہے کُتے ایسا ہے تو کیا تشبیہ نہ ہوگی۔ ضرور ہوگی۔ اور آپ لازمی طور پر اس سے ناراض ہوں گے۔ حالانکہ اس میں جیسا کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایسا ہے۔ پس حفظ الایمان کی عبارت میں چونکہ ایسا موجود ہے اس لئے اُس میں ضرور حضور کے علم کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور آپ کے علم شریف کو ان کے برابر بتلایا گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے مولوی اشرف علی صاحب کی ایک مثال پیش کی تھی۔ کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے۔ کُل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ اگر بعض کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو کُتے کو بھی ہے گدھے کو بھی سور اور بندر کو بھی ہے۔ اور میں نے آپ

---

[1] ملاحظہ ہو رضا خانی شیخ الحدیث کا طرزِ کلام۔ ناشر

سے پُوچھا تھا۔ کہ اس سے مولوی اشرف علی کی توہین ہوگی یا نہیں۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ رازق کی مثال بیان کردی۔ مولوی صاحب! میں نے رازق کو آپ سے تھوڑا ہی پُوچھا تھا۔ آپ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ جو میں پُوچھوں اس کا جواب دیجئے۔ لیجئے اب میں ایک اور مثال پیش کرتا ہُوں۔

اگر کوئی شخص آپ کے مولوی تھانوی صاحب سے سبق حاصل کرکے خُدا کے متعلق یُوں کہے۔ کہ خُدا کو قادر کیوں کہا جاتا ہے۔ آیا اِس وجہ سے کہ وُہ کل چیزوں پر قُدرت رکھتا ہے۔ یا اِس لیئے کہ اس کو بعض چیزوں پر قُدرت ہے کل کی وجہ سے کہنا تو اس لئے غلط ہے کہ خدا ممتنعات پر قادر نہیں۔ چنانچہ وُہ اپنے جیسا ایک اور خُدا نہیں بنا سکتا۔ اور اگر بعض چیزوں پر قُدرت رکھنے کی وجہ سے اس کو قادر کہا جاتا ہے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی کیا خصوصیّت ہے ایسی قُدرت تو ہر چُوہڑے چمار بلکہ کُتّے بلّی کو بھی حاصل ہے۔ بتلایئے کیا اس میں خُدا کی توہین نہیں ہُوئی؟ ہوئی اور ضرور ہوئی۔ پس جبکہ حفظ الایمان میں بھی حضوُر کے متعلق بالکل ایسی ہی عبارت لکھی گئی ہے۔ تو اس سے بھی ضرور حضوُر کی توہین ہوگی۔ مولوی صاحب! آپ دو رنگی چال کو چھوڑ دیجئے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ مدینہ شریف کی مٹی کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔ اور ایک طرف مولوی تھانوی صاحب کو آپ اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضوُر کی شان میں نہایت سخت گستاخیاں کی ہیں۔ مولوی صاحب! آپ کو جتنی محبّت مولوی اشرف علی صاحب سے ہے اگر اتنی بھی حضور سے ہوتی تو کبھی

مولوی اشرف علی کو آپ اپنا پیشوا نہ مانتے ۔ جو شخص آپ کو یا آپ کے کسی بزرگ کو کبھی ایک دفعہ بھی گالی دیگا آپ کبھی اُس سے بات کرنا بھی گوارا نہ کریں گے۔ مگر مولوی تھانوی صاحب نے حضور کو اتنی گندی گالیاں دیں اور پھر بھی آپ ان کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب آپ نے اپنی اس تقریر میں مجھے سخت ایذا پہنچائی اور واللہ العظیم میرا بہت زیادہ دِل دُکھا۔ میں آپکی اور سب گالیاں برداشت کر سکتا ہوں۔ اور حاضرین دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر برداشت کر رہا ہوں۔ اور اِنتقام لینا تو درکنار میں اُن پر نوٹس بھی نہیں لیتا۔ لیکن یہ گالی میری برداشت سے باہر ہے۔ کہ میرے متعلق یہ کہا جاوے کہ آقائے کونین سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ مجھے کسی اور شخص سے محبت ہے۔ میرے نزدیک ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی ۔ مجھے اگر حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے کچھ محبّت ہے تو وُہ صرف اِس لئے کہ میں اُن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ایک فرمانبردار اُمتی اور متبع سُنت سمجھتا ہوں۔ خُدا کی قسم اگر آج مجھے معلوم ہو جاوے کہ مولانا اشرف علی صاحب بھی مولوی احمد رضا خان کی طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے باغی ہیں۔ اور وُہ میرے آقا کی سُنتوں کی جگہ اپنی یا اپنے باپ دادا کی ایجاد کردہ بدعات و رسوم کو رواج دینا چاہتے ہیں تو میرا جو زبانی اور قلمی جہاد آپ لوگوں کے ساتھ جاری ہے۔ وُہی بلکہ اُس سے زیادہ سخت مولانا اشرف علی صاحب سے ہوگا۔ آپ تو اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح مولانا کو کوستے ہیں ۔ مگر منظور جس طرح سنن نبویہ کو سربلند

اور بدعات کے جھنڈے کو سرنگوں کرنے کے لئے بریلی آگیا ہے۔ اور بحمد اللہ اس کی گفتار اور اس کی قلم کی رفتار نے جس طرح بریلی کے حامیان باطل کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ اسی طرح وُہ تھانہ بھون بھی جائے گا۔ اور وُہ مولانا تھانوی سے بھی حق کی حمایت کے لئے بیدریغ جنگ کریگا۔ منظور کا کوئی رشتہ مولانا تھانوی سے نہیں ہے۔ وُہ صرف اس وجہ سے اُن کی حمایت کرتا ہے۔ کہ اُن کو ایک خُدا پرست مومن اور متبع سُنت بزرگ جانتا ہے۔ مجھ پر آپ کا یہ نہایت ناپاک بُہتان اور ناقابلِ برداشت حملہ ہے۔ کہ مجھ کو معاذ اللہ آقائے کائنات رُوحی و قلبی فداہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ مولانا اشرف علی صاحب سے محبّت ہے۔ مالک عرش کی قسم ایک مولانا اشرف علی صاحب نہیں بلکہ ایسے ایسے کروڑوں اشرف علی قربان ہوں اُن کی خاکِ پا پر۔ میرے آقا و مولا حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم جس ناقۂ مبارکہ پر ایک دفعہ سوار ہُوئے اُس کی ٹھوکر سے جو گرد اُڑے واللہ العظیم اُس کے ذرّات کی جو محبّت اور عظمت منظور کے قلب میں ہے وُہ نہ اپنے باپ کی ہے نہ ماں کی نہ اُستاد کی نہ پیر کی نہ مولانا اشرف علی صاحب کی۔ اور نہ کسی دُوسرے بزرگ کی۔ میرا ایمان ہے۔ کہ جب تک ایک شخص کو اپنے ماں باپ حتیٰ کہ اپنی جان سے زیادہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی محبت نہ ہو۔ اس وقت تک وُہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ قرآنِ عزیز کا کھلا اعلان ہے۔ قُل ان کان اٰباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و

رسولہ وجہاد فی سبیلہٖ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہٖ [1]

بہرحال آپ براہِ کرم اور جو چاہیں گالی دیں اور جی بھر کر دیں میں برداشت کرونگا لیکن یہ الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالیں کہ تجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ فلاں شخص سے محبت ہے۔ اس گذارش کے بعد میں آپکی تقریر کی طرف متوجہ ہوتا ہُوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ منظور میری کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں میں اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ اللہ آپ کو وُہ کان دے۔ جس سے آپ میری بات سُن سکیں۔

بحمداللہ یہ ہزاروں کا مجمع ہے جس کی موجودگی میں متعدد بار جواب پاکر آپ کا یہ کہنا کچھ زیبا نہیں معلوم ہوتا۔ اور میں تو سمجھتا ہُوں کہ اگر آپ کا ضمیر انسانیت اور شرافت سے محرُوم نہیں ہے۔ تو وُہ بھی آپکی اِس بات پر نفرین کرتا ہوگا۔ بل الانسان علی انفسہ بصیرۃ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں تمہارا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ میں نہ اس قسم کی باتیں کرنے کا عادی ہُوں اور نہ ایسی باتوں کے جواب دینے کا۔ لیکن اب مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو شرمانا چاہئے پیچھے

---

[1] ترجمہ (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلّم) آپ کہدیجئے کہ (اے لوگو) اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبے والے اور جو مال کہ تم نے جمع کیا ہے اور وُہ تجارت کہ جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو۔ اور اپنے پسندیدہ مکان (یہ سب چیزیں اگر) تمہارے نزدیک اللہ اور اُس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبُوب ہوں تو (عذابِ الٰہی کے) منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ (انکی نسبت) اپنا حکم نافذ کرے۔ ۱۲

آپ پڑے ہیں یا آپ کے اور آپ کے بڑوں کے پیچھے میں پڑا ہوا ہوں۔ جو اپنا گھر بار چھوڑ کر خود آپ کے مرکز بریلی میں ایک سال سے نازل ہوں اور برابر للکار رہا ہوں۔ مگر جواب میں زبانیں بند ہیں۔ اور قلم شکستہ اور دواتیں خشک۔ اور آج الحمد للہ اللہ کا نام لے کر میں نے آپ کے خاص قلعہ پر حملہ کیا ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ جامعہ رضویہ میں کھڑا ہو کر دامن باطل کی دھجیاں اڑا رہا ہوں پھر اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں پیچھا نہ چھوڑونگا شرم! شرم!

معاف کیجئے گا اس وقت آپ کی مثال بالکل اس بے غیرت[1] شخص کی سی ہے جس کو کسی شیخ صاحب نے بازار میں پکڑ لیا تھا شیخ صاحب کا ہنٹر اس پر چل رہا تھا۔ اور وہ برابر یہی کہے جاتا تھا کہ سیک جی میں چھوڑونگا ناہی۔ سیک جی میں چھوڑونگا ناہی۔

ہاں اس مرتبہ آپ نے بڑے فخر سے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں پنجابی ہوں پنجابی۔ بے شک میں خوب جانتا ہوں کہ آپ پنجابی ہیں اور اسی ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں جہاں کا غلام احمد قادیانی تھا۔ فرق اتنا ہے۔ کہ وہ اپنے کو غلام احمد کہتا تھا۔ اور اس کے باوجود بغاوت کر کے شریکِ نبوت ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اور آپ اپنے کو سردار احمد کہتے ہیں۔ اللہ خیر کرے

---

[1] یہ مثال حقیقت میں کسی چمار کی مشہور ہے۔ مولانا نے ازراہِ شرافت کسی چمار کا نام نہیں لیا گو مگر مولوی سردار احمد صاحب کا جذبانہ کلام تو اس سے زیادہ کو چاہتا تھا۔ ۱۲ مرتب

آپ نہ معلوم کہاں تک اُڑیں گے -

خیر یہ تو آپ کی لغویات کا جواب تھا - اب اصل مبحث کے متعلق سُنیئے :-

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جیسا کا لفظ نہیں ہے لہذا اُس میں تشبیہ نہیں ہے - اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے یہ فرمایا کہ جیسا اگرچہ لفظوں میں موجود نہیں لیکن یہاں محذوف ہے - مگر جب میں نے آپ کی اس لغو اور لچربات کا رَد کیا اور آپ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اِس مرتبہ اُس حذف کے قِصّہ کو آپ نے بھی حذف کر دیا - اور اب آپ فرماتے ہیں - کہ اگرچہ جیسا کا لفظ وہاں نہیں ہے مگر ایسا کا لفظ تو ہے لہذا پھر بھی تشبیہ ضرور ہے در حقیقت یہ بھی آپ کا مغالطہ ہے - سُنئے - لفظ ایسا اگر لفظ جیسا کے ساتھ ہو جب تو وُہ تشبیہ ہی کے لئے ہوتا ہے لیکن اگر ایسا بغیر جیسا کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں - دیکھئیے محاورات میں کہتے ہیں - کہ "خُدا ایسا قادرِ مطلق ہے" ، اب اس فقرہ میں لفظ ایسا بغیر جیسا کے ہے - اور تشبیہ نہیں ہے - پس حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے - بلکہ وُہ یہاں بدوں[1] تشبیہ کے اتنا کے معنے میں ہے - اور اس سے مراد وہی مطلق بعض غیوب کا علم ہے - جس کو

---

[1] واضح رہے کہ لفظ ایسا کی طرح لفظ اتنا بھی کبھی تشبیہ کے لئے آتا ہے - اور کبھی بلا تشبیہ کے صرف مقدار کے لئے مثلاً کہتے ہیں کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو - اس مثال میں اِتنا تشبیہ کے لئے ہے - اور کہا جاتا ہے کہ زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں - یہاں لفظ اِتنا تشبیہ کیلئے نہیں ہے - بلکہ مقدار کیلئے ہے - ناظرین ہمارے اِس نوٹ کو یاد رکھیں - ۱۲ مرتب

زید اطلاق عالم الغیب کی علت قرار دے رہا ہے۔

اس قدر سمجھ لینے کے بعد حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں حفظ الایمان کی عبارت کی پوری توضیح کر چکا ہوں۔ اب بار بار اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کے متعلق آپ نے جو مثال پیش کی تھی کہ ان کو کل علوم کی وجہ سے عالم کہا جاتا ہے یا بعض علوم کی وجہ سے۔ اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور اُسی کو کچھ زیادہ تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں۔ بغور سُنیئے۔

عُرفِ عام میں ہر اُس شخص کو عالم کہتے ہیں جس کو معتدبہ (یعنی کافی اور اچھی خاصی) مقدار میں دینی علوم حاصل ہوں۔ ہم اسی لحاظ سے مولانا اشرف علی صاحب اور دُوسرے علماء کو عالم کہتے ہیں۔ نہ کل علوم کی وجہ سے اور نہ مطلق بعض علوم کی وجہ سے بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق عُرفِ شریعت یا عُرفِ عام میں خدا کے سوا کسی دُوسری ہستی پر کسی حیثیت سے بھی نہیں ہوتا۔ لہذا عبارت حفظ الایمان کا صحیح نموُنہ وہ نہیں جو آپ نے پیش کیا۔ بلکہ اُس کی صحیح مثال وُہی (رازق والی) بن سکتی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔

اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک نئی مثال لفظ قادر کے اطلاق کی پیش کی ہے وُہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ عُرفِ عام اور عُرفِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کو قادر کہتے ہیں۔ لہذا اس میں اگر اِس قسم کی تشقیق کی جاویگی تو استخفاف لازم آئیگا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو عالم الغیب

نہ عرفِ عام میں کہا جاتا ہے نہ عرفِ شرع میں۔ لہٰذا اگر اس کے متعلق یہ تشقیق کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ پس آپ کی یہ دوسری مثال بھی بے موقع ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لفظ قادر میں حفظ الایمان کی یہ تقریر جاری بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو قادر اس وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ بلا استثناء تمام ممکنات پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔ اور جو احمق قدرتِ عامہ کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ ممتنعات اور محالات پر بھی قدرت ہو وہ اعلیٰ درجہ کا جاہل ہے نیز خدا کی قدرت ذاتی ہے۔ اور دوسروں کی عرضی اور عطائی سمجھنے والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ خالق اور مخلوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے لگتے ہیں درحقیقت یہی آپ کی بنیادی گمراہی ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا مختصر مگر بحمداللہ کافی اور شافی جواب دیدیا۔ اس کے بعد نفس مبحث کے متعلق ایک چیز اور عرض کرتا ہوں۔

یہ تو حضرات حاضرین کو اس وقت تک کی گفتگو سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان اصول اور مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر ہم سب متفق ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اشد کفر ہے بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ (اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین

میں لکھا ہے) جب تو ہمارے نزدیک بھی وُہ مُوجب کُفر ہے۔ اور اگر اُس کا مطلب وُہ ہو جو میں عرض کر رہا ہوں۔ تو مولوی سردار احمد صاحب کے نزدیک بھی اس سے کُفر ثابت نہیں ہوتا۔ بہرحال اختلاف صرف اس عبارت کے مطلب میں ہے۔ اور دُنیا بھر کے عقلمندوں کا مسلّمہ اصُول ہے۔ کہ مصنّف ہی اپنی تصنیف کا مطلب سب سے زیادہ صحیح سمجھ سکتا ہے۔ غالب کے اشعار کا جو مطلب خود غالب نے سمجھا۔ دُوسرے لوگ یقیناً ایسا نہیں سمجھ سکتے ع

تصنیف را مصنّف نیکو کند بیاں

اسی اصُول کے ماتحت میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے اختلاف کا فیصلہ بُہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ حفظ الایمان کے مصنّف حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ بحمد اللہ حیات ہیں۔ اُن سے دریافت کیا جا سکتا ہے[1] کہ اس عبارت کا مطلب اُن کے نزدیک کیا ہے۔ اور کس مقصد کے لئے انہوں نے یہ عبارت لکھی ہے۔ اور اگر اتنی بھی تکلیف گوارا نہ کی جا سکے تو ان کا مطبوعہ رسالہ بسط البنان دیکھ لیا جائے اس میں مولانا ممدُوح نے خود اپنی اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ اور بحمد اللہ وُہ وُہی ہے۔ جو میں عرض کر رہا ہوں اگر دیانت اور خدا کا خوف ہو تو اس نزاع کا فیصلہ اس طرح بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اسی بسط البنان کی ابتدائی چند سطریں آپ کے سامنے پیش کرتا ہُوں۔

---

[1] یہ مناظرہ حکیم الامت اشرف العلماء حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات میں ہوا تھا۔ ناشر

یہ بسط البنان حضرت مولانا نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔

سوال یہ تھا۔ کہ" مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی ہے۔ کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے۔ کیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے۔ اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے۔ یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفادِ عبارت ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اُسے آپ مسلمان کہتے ہیں یا کافر؟

مولانا کا جواب ملاحظہ ہو۔

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی کبھی اِس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔

(۳) جب میں اِس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دِل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اُوپر معروض ہوا۔ تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اُس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ کہ وُہ تکذیب کرتا ہے

نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔" (لبسط البنان صہ۷)

اس کے بعد حضرت مولانا نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بھی لکھا ہے۔ اور وہ بحمداللہ وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ حضرت مولٰنا مدظلہ کی اِن تصریحات کے بعد کیا گنجائش باقی رہتی ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُوْمِنُوْنَ ہ اِس کے بعد بھی اگر کسی کے مریضِ قلب کی شفا نہ ہو۔ اور وہ شفا کا طالب ہو تو میں اس سے اخیر یہ اور عرض کرونگا کہ وہ ایک دو دِن کے لئے خود تھانہ بھون چلا جائے۔ اور حق پرستی کی آنکھ سے حضرت مولانا کے حالات کا مطالعہ کرے۔ اور دیکھے کہ آقائے کونین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار غلام، اور اطاعت شعار اُمّتی ایسے ہوتے ہیں۔ میں بحمداللہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدا نے دِل پر مہر نہ لگا دی ہوگی تو انشاء اللہ ضرور بالضرور عارف جامی کی زبان میں یہی کہتا ہوا آئیگا ؎

چنیں کردند و خلقے در تماشا — ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
کزیں روئے نکو بدکاری آید — وزیں دلدار دل آزاری آید

مولوی سردار احمد صاحب! حضرات! آپ نے دیکھ لیا۔ اس مرتبہ بھی مولوی منظور صاحب نے وعظ میں اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت گذار دیا۔ اور میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب! میں کُتّا ہوں حضرت غوث پاک کا۔ میں آپ کا

پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ جدھر کو دوڑیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے اُدھر ہی کو دوڑوں گا۔

آپ کہتے ہیں کہ ایسا اگر بغیر جیسا کے ہو تو تشبیہ کے لئے نہیں ہوتا۔ اچھا بتلائیے اگر ہم یوں کہیں کہ مولوی منظور صاحب کا علم کُتّے ایسا ہے۔ یا مولوی اشرف علی صاحب کا علم گدھے ایسا ہے۔ تو اس میں تشبیہ ہوگی یا نہیں۔ آپ کے کہنے کے مطابق تو اس میں تشبیہ نہ ہوگی۔ تو کیا آپ اس کو گوارا کریں گے؟ میں تو سمجھتا ہُوں کہ آپ کبھی بھی گوارا نہیں کرینگے۔ اور ابھی شور مچا دیں گے کہ سردار احمد نے ہم کو گالی دے دی۔ اور ہمارے علم کو کُتّے اور گدھے کے برابر بتلا دیا۔ پھر جب حفظ الایمان میں بھی یہی ایسا کا لفظ موجُود ہے۔ تو آپ اُس میں کیوں تاویلیں کرتے ہیں؟ اور صاف صاف مولوی تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار کیوں نہیں کر لیتے؟ کیا حضور کی عزت اتنی بھی نہیں ہے۔ جتنی کہ آپ کی؟ یا آپ کے تھانوی صاحب کی!

اِس تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ لفظ ایسا بلا تشبیہ کے اتنا کے معنٰی میں بھی آتا ہے۔ آپ اس کو محاورات اور لغت سے ثابت کیجئے۔ مولوی صاحب! حفظ الایمان اُردو زبان میں ہے وہ ایرانی یا تُورانی میں نہیں ہے۔ اس میں آپ کی یہ تاویلیں نہیں چل سکتیں۔

میں نے آپ سے پُوچھا تھا۔ کہ اگر کوئی شخص مولوی تھانوی صاحب کی نسبت یُوں کہے۔ کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے؟ کل علوم کی وجہ سے یا بعض علوم کی وجہ سے۔ تھانوی صاحب کو کل علوم کا حاصل ہونا تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے باطل ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں تھانوی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا بعض

علم تو گدھے کو بھی ہے کتّے کو بھی ہے۔ سُور اور بندر کو بھی ہے"۔ تو اس میں تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں۔ آپ نے ابھی تک اس کا کوئی صاف جواب نہیں دیا۔ جو کچھ آپ کے دِل میں ہے آپ صاف کیوں نہیں کہدیتے۔ آپ چھپاتے کیوں ہیں؟ مولوی صاحب! یہاں آپ کی چالاکیوں سے کام نہیں چلے گا۔ میں بڑا ٹیڑھا پنجابی ہُوں۔ یاد رکھئے جب تک میں آپ سے تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار نہیں کرا لُوں گا۔ اور توبہ نہیں کراؤں گا۔ اس وقت تک آپ کا پیچھا چھوڑ نہیں سکتا۔

آپ نے اِس مرتبہ تھانوی صاحب کی بسط البنان کی بھی عبارت پڑھی ہے بس اُسی سے ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگیا۔ دیکھئے انہوں نے خود لکھ دیا۔ کہ جو شخص حضوُر کی شان میں ایسا کفر بکے کہ غیب کا علم جیسا حضور کو ہے۔ ایسا ہر بچّہ ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ تو وُہ خارج از اسلام ہے۔ ہم بھی بس یہی کہتے ہیں۔ دیکھئے حق کی طاقت یہ ہے۔ حضرت غوث پاک کی کرامت یہ ہے۔ کہ خوُد تھانوی صاحب ہی کے مُنہ سے اُن کا کفر قبول کروالیا۔ میں ثابت کر چکا ہُوں کہ حفظ الایمان میں ایسا لکھا گیا ہے۔ اور تھانوی صاحب اقرار کرتے ہیں۔ کہ ایسا لِکھنے والا خارج از اسلام ہے تو نتیجہ صاف یہ نِکلا کہ تھانوی صاحب خارج از اسلام ہیں۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ وُہ خارج از اسلام کا لفظ بول رہے ہیں۔ اور ہم ٹھیٹ کافر کہہ رہے ہیں۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

مولوی منظور صاحب نے اپنی اس تقریر میں تھانوی صاحب کی بڑی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ یہ مولوی صاحب کی دو رنگی چال ہے۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ

حضور کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے ملعون ہے۔ واجب القتل ہے اور دوسری طرف تھانوی صاحب کو اپنا سرتاج مانتے ہیں۔ اور لوگوں کو اُن کے مرید بننے کی دعوت دیتے ہیں۔ حالانکہ اُنہوں نے حضور کی شان میں نہایت گندی گالیاں لکھی ہیں۔ جیسا کہ میں ثابت کر چکا اور دربارِ رسالت میں ان کی گالی ایک ہی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بھی اُن کے بہت سے کفریات ہیں۔ وہ تو اپنا کلمہ بھی پڑھواتے ہیں دیکھئے ان کے رسالہ الامداد میں ایک واقعہ چھپا ہے۔ کہ اُن کا ایک مرید دن بھر لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ رٹتا رہا۔ اور مولوی تھانوی صاحب نے اس کو کچھ بھی تنبیہ نہیں کی۔ بلکہ اس کی خوش اعتقادی کی اور داد دی۔ اور صاف لکھ دیا۔ کہ "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالےٰ متبع سُنت ہے" اور سُنئیے خود تھانوی صاحب نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ خواب میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر میں تشریف لائیں۔ اور اس کی تعبیر انہوں نے یہ نکالی۔ کہ کسی کم سن لڑکی سے میرا نکاح ہوگا۔

مسلمان اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر سوچیں اس سے بڑھ کر گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کوئی شریف آدمی بھی خواب میں ماں کو دیکھ کر جورو کی تعبیر نہیں نکالے گا۔

مولوی صاحب آپ کہاں تک جواب دیں گے ابھی تو میں نے آپ کے تھانوی صاحب کے تین ہی کفر گنائے ہیں۔ اور ابھی سینکڑوں باقی ہیں۔

آپ سے ابھی تک حفظ الایمان کا کفر ہی نہیں اُٹھ سکا۔ اب یہ دو کفر آپ پر اور سوار ہو گئے۔ مگر یاد رکھئے کہ ان کا جواب بھی آپ قیامت تک نہیں دے سکیں گے

؎ نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے　　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی سردار احمد صاحب گھر سے قسم کھا کر آئے ہیں۔ کہ اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور فرمایا کریں گے کہ منظور نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ مسلمانانِ بریلی کو یاد ہوگا۔ کہ اب سے کئی ماہ پیشتر پنڈت گوپی چند صاحب سے بریلی ہی میں میرا مناظرہ ہوا تھا۔ وہ اعتراضات پیش کرتے تھے اور میں بعونہ تعالیٰ جواب دیتا تھا۔ لیکن اپنی ہر تقریر میں وہ یہ ضرور فرما دیتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی حق کے مقابلہ کے لئے آتا ہے۔ وہ ایسا ہی سخن پرور ہٹ دھرم ہوتا ہے۔ تشابهت قلوبهم

اِس تقریر میں آپ نے پھر فرمایا۔ کہ میں پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کا صحیح مگر دندان شکن جواب پا لینے کے بعد پھر اُسی کو مُنہ پر لانا آپ ہی کی جرأت اور غیرت ہے۔ آپ کے ساتھیوں کو چاہیئے۔ کہ اس دیدہ دلیری پر آپ کی خوب کمر ٹھونکیں۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حضرت مولانا تھانوی کے متعلق وُہی مثال پیش کی ہے میں دوبار اُس کا مفصل جواب دے چکا۔ اور اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں فرق بیان کر چکا۔ بار بار جواب پا لینے کے بعد پھر اسی کو ذکر کرنا ترش چھاچھ کا بلونا ہے۔ اور اگر واقعی آپ کی سمجھ میں وُہ فرق نہیں آیا۔ تو آپ کے مدرسہ کے شیخ الحدیث مولوی عبد العزیز صاحب آپ کے پاس بیٹھے ہُوئے ہیں۔ میں ان کو جانتا ہُوں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ انہوں نے ضرور اس فرق کو سمجھ لیا ہوگا۔ آپ اُن سے دریافت کیجئے۔ اور اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آوے۔ تو اپنی عقل پر ماتم

کیجئے۔ لفظ ایسا کے متعلق میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وُہ بغیر جیسا کے تشبیہ کے لئے آتا ہی نہیں۔ بلکہ میرا مُدّعا یہ ہے۔ کہ اگر ایسا بغیر جیسا کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ اس صُورت میں وُہ تشبیہ کے علاوہ دُوسرے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

میرے متعلق جو مثال آپ نے پیش کی ہے۔ اس میں لفظ ایسا بیشک تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور میری یا مولانا تھانوی کی ہی خصوصیت نہیں۔ بلکہ آپ سے سیکھ کر اگر کوئی بے تمیز اور بد تہذیب مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق یہ کہے کہ کہ اُن کا علم سُور ایسا تھا گدھے ایسا تھا تو بے شک اُس نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی سخت توہین کی۔ کیونکہ از روئے محاورات ایسے موقع پر لفظ ایسا تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ لیکن، اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ لفظ ایسا ہر جگہ تشبیہ ہی کے لئے ہو بلکہ جس طرح کہ میں عرض کر چکا ہُوں۔ وُہ بعض اوقات بغیر تشبیہ کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسے کہ میں بدلائلِ قاہرہ ثابت کر چکا ہُوں۔ وُہ بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنے میں ہے اور اُس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ آپ نے مجُھ سے "ایسا" بمعنٰے اتنا مستعمل ہونے کا ثبوت لغت اور محاورات سے طلب کیا ہے۔ یہ مطالبہ آپ کا بے شک صحیح ہے۔ سُنیئے امیر مینائیُ مرحُوم نے امیر اللغات جلد دوم ص ۳۰۲ پر لفظ ایسا کی کامل تحقیق کی ہے۔ اور اس کے چند معنی بیان کئے ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک معنے یہ بھی بیان کئے ہیں جو میں نے عرض کئے۔

اس موقع پر اُن کی عبارت یہ ہے

ایسا (معنی) اتنا۔ اس قدر۔ **فقرہ**۔ ایسا مارا کہ ادھ مُوا کر دیا۔

شعر ؎ اُس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
زنّار پر گمان ہے موجِ شراب کا (برق)

لیجئے اب تو میں نے لغت سے ثابت کر دیا کہ ایسا بلا تشبیہ کے اتنا کے معنے میں بھی آتا ہے۔ اور اردو کے نظم و نثر کے محاورات میں ان معنےٰ میں اس کا استعمال شائع ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں۔ جو حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر تبلائے۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب نے خود اپنے کفر کا اقرار کر لیا۔ انا للہ و انّا الیہ راجعون"۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شریر آدمی مولوی حامد رضا خان صاحب سے کہے۔ کہ آپ سُود لیتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ وہ اس کے جواب میں فرمائیں کہ یہ بالکل غلط ہے میں نے آج تک کبھی ایک پائی بھی کسی سے سُود کی نہیں لی۔ میں تو سُود کو حرام اور سُود خوار کو جہنمی سمجھتا ہوں۔ اس پر وُہ کمینہ شریر اعلان کر دے کہ مولوی حامد رضا خان صاحب نے خود اپنے حرام خور اور جہنمی ہونے کا اقرار کر لیا۔ تو کیا یہ اُس کا پاجی پن نہ ہو گا۔ مہربانِ من یہ مناظرہ کا پلیٹ فارم ہے۔ یہاں کچھ سوچ سمجھ کر بات کہا کیجیے۔

اس مرتبہ آپ نے عاجز آ کر حفظ الایمان کی بحث سے گریز کر کے دُوسری دو

بحثیں چھیڑی ہیں۔ چونکہ میرا وقت قریب الختم ہے۔ اس لئے اس وقت نہایت مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔ افسوس ہے کہ اِس موقعہ پر بھی آپ نے نہایت شرمناک افترا پردازی سے کام لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ مولوی اشرف علی صاحب کا ایک مرید دِن بھر" لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ" رٹتا رہا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) یہ محض آپ کا افترا اور نہایت حیا سوز افترا ہے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے جو آپ کے پنجاب ہی کا رہنے والا تھا۔ خواب دیکھا کہ وہ کلمہ اس طرح پڑھ رہا ہے۔ اور یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ خواب کی بات پر کوئی حکمِ شرعی عائد نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کافر خواب میں اسلام لے آئے۔ تو اُس کا اسلام معتبر نہیں۔ اور اسی طرح اگر کسی مسلمان سے خواب میں کلماتِ کُفر سرزد ہو جائیں تو وہ اُن کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے۔" لا تفریط فی النوم" نیند میں جرم جرم[ل] نہیں۔ آپ ہی بتلائیے کہ اگر کوئی شخص خواب میں زنا کرے تو کیا آپ اُس پر حد جاری کرائیں گے۔؟

[ل] فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب شامی میں امام ابن الہمام کی تحریر الاصول کے حوالہ سے منقول ہے۔ کہ تبطل عباراتہ من الاسلام والردۃ والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وکذب کالحان الطیور، سونے والے کا کلام (مثلاً، اسلام لانا یا مرتد ہو جانا، یا طلاق دینا یہ سب لغو اور بے کار ہے۔ نہ اس کو خبر کہا جا سکتا ہے نہ انشا، اور نہ سچ نہ جھوٹ، مثل پرندوں کی آواز کے۔ مرتّب۔

بہرحال یہ کلمات اُس شخص سے صرف حالتِ خواب میں سرزد ہُوئے تھے۔ لہٰذا اُس پر کُفر عائد نہیں ہوتا۔ نیز ان کے علاوہ جو دُوسرے کلمات خواب کے بعد اضطراری حالت میں اُس شخص کی زبان سے نکلے ہیں۔ (جن کا ابھی آپ نے ذکر نہیں کیا) ان کی وجہ سے بھی اس کی تکفیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بِلا اختیار خطأً جو کلماتِ کفر کسی کی زبان سے سرزد ہو جائیں وُہ بھی شریعت میں مُوجب کفر نہیں[1]۔

علیٰ ہٰذا جو دُوسرا خواب اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی نہایت شرمناک غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ ایک جھُوٹ تو آپ نے یہ بولا کہ خود مولٰنا اشرف علی صاحب نے وُہ خواب دیکھا۔ حالانکہ یہ آپ کا خالص جھُوٹ ہے۔ وُہ خواب کسی دُوسرے شخص کا ہے۔ پھر آپ نے جو توہین آمیز اور بازاری الفاظ ادا کئے۔ وُہ بھی

---

[1] حدیث شریف میں ہے۔ رفع عن اُمتی الخطأ والنسیان۔ یعنی خطا اور نسیان پر میری اُمّت سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور شامی میں ہے (من تکلم بہا مخطئاً او مکرھا لا یکفر عند الکل جس سے کلمۂ کفر خطأً (یعنی بلا قصد و اختیار) سرزد ہو جائے۔ یا کوئی زبردستی کہلوائے تو ایسی صورت میں کسی کے نزدیک بھی تکفیر نہیں کی جائیگی۔ شامی ص ۲۸۵ اس مبحث کی مکمل اور لاجواب تحقیق جس کے بعد کسی معاند کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ "سیف یمانی" میں تقریباً ۳۰۔۳۵ صفحات پر کی گئی ہے ناظرین اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲۔ مرتب [انشاء اللہ العزیز "سیفِ یمانی" کا جدید ایڈیشن اضافات اور ترمیم کے ساتھ عنقریب پیش کیا جائے گا۔ ناشر]

محض آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی اُن سے بری ہیں۔ رہا آپ کا یہ اعتراض کہ خواب میں اُم المومنین کی تشریف آوری سے جدید نکاح کی تعبیر کیوں۔ اور کس طرح نکالی گئی سو یہ فنِ تعبیر سے آپ کی جہالت اور ناواقفیت ہے۔ جس کی کوئی شکایت نہیں۔

علّامہ عبد الغنی نابلسی اپنی کتاب "تعطیر الانام بتعبیر المنام" میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ "اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ ازواج مطہرات امّہات المومنین میں سے کوئی اُس کے گھر میں تشریف لائی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے۔ کہ کسی نیک عورت سے اس کا نکاح ہوگا۔"

اب فرمائیے کہ اِن علّامہ کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ جو صرف حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام امہات المومنین کی تشریف آوری کی یہی تعبیر لکھ رہے ہیں واضح رہے کہ یہ وہی عبد الغنی نابلسی ہیں۔ جن کو آپ کے اعلٰحضرت اپنی تصانیف میں کہیں "امام" علّامہ، عارف باللہ" اور کسی جگہ "علّامہ جلیل القدر، عظیم الفخر، امام ظاہر و باطن رحمہ اللہ، وغیرہ وغیرہ اعلیٰ خطابات سے یاد فرماتے ہیں[1]۔

پس اگر واقعی آپ کے نزدیک مولانا تھانوی مدظلہ اس تعبیر کی وجہ سے کافر ہیں تو اب اِن علّامہ کو ڈبل کافر کہیئے۔ اور چونکہ آپ کے اعلٰحضرت ان کے مدّاح ہیں اور ان کو اپنا امام ظاہر و باطن تسلیم کر رہے ہیں۔ لہٰذا اُن کو بھی کافر کہیئے ؎

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

---

[1] ملاحظہ ہو خانصاحب کا رسالہ "بریق المنار" صفحہ ۶ و ۷ ۱۲ مرتب

دُوسرے دِن کا مناظرہ ختم ہُوا

واضح رہے کہ ہم نے ہر دو مناظروں کی بعض وُہ تقریریں جن میں مضامین کی محض تکرار تھی ذکر کرنے سے چھوڑ دی ہیں اور درحقیقت اُن کو نقل کرنے میں بیکار طوالت کے سِوا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ نیز ناظرین کو بھی یہ خیال ہوگا۔ کہ مولوی سردار احمد صاحب کی تقریریں مولٰنا محمد منظور صاحب کے مقابلہ میں عموماً مختصر ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ مولوی سردار احمد صاحب بعض اوقات اپنے وقت سے بہت پہلے تقریر ختم فرمادیتے تھے۔ چنانچہ اُن کی بعض تقریریں صرف تین منٹ اور چار منٹ کی بھی ہوئیں۔ بخلاف مولٰنا محمد منظور صاحب کے کہ آپ کی ہر تقریر پُورے وقت میں ہوتی تھی۔ اور پھر بھی آپ کو وقت کی تنگی کی شکایت رہتی تھی۔ اور دُوسری وجہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب اکثر بیشتر ایک ہی تقریر میں ایک بات کو تین تین اور چار چار دفعہ دوہراتے تھے۔ جس کی شہادت خود اُن کی جماعت بھی دے سکتی ہے۔ ہم نے اُن کی اس بیکار تکرار کو قلمبند کرنا غیر ضروری سمجھا۔ اور تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ مولٰنا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب کے مقابلہ میں بولتے بھی بہت تیزی سے تھے۔ اس کی شہادت بھی موافق و مخالف پبلک سے لی جاسکتی ہے۔ بہرحال ہر دو صاحبان کی تقریروں کی مقدار میں جو تفاوت ہے وُہ اِن وجوہات سے ہے۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۲ محرم الحرام ۵۴ھ یوم شنبہ

مولوی سردار احمد صاحب (بعد خطبہ) انا ارسلنٰک شاھداً ومبشراً ونذیراً (الآیۃ)

حضرات! کل سے مولوی منظور صاحب پر میرا مطالبہ قائم ہے۔ اور وُہ ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ میرا دعویٰ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حفظ الایمان میں حضور سیدِ عالم نُورِ مجسّم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور آپ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ میں کل سے برابر اس کو ثابت کر رہا ہوں۔ اور مولوی منظور صاحب نہ اس کو رَد ہی کرتے ہیں اور نہ حفظ الایمان کے اس کفری مضمون سے توبہ ہی کرتے ہیں۔ لیجئے اب میں پھر اس عبارت کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد فرمایا) دیکھیئے اس میں صاف ایسا کا لفظ موجود ہے۔ لہٰذا ضرور اس میں تشبیہ ہے۔ اور بے شک حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب نے کل فرمایا تھا کہ یہاں لفظ "ایسا" اتنا کے معنے میں ہے لیجئے۔ اب تو میرا اعتراض اور زیادہ واضح ہو گیا۔ آپ کے اس قول پر تو حفظ الایمان کی عبارت کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اتنا ہر بچّہ

تشبیہ اور توہین ہے۔ آپ سب لوگوں کو مولوی صاحب کی یہ بات یاد ہوگی۔
بس مسلمانو! اب خود فیصلہ کرو۔ وُہی "ایسا" "بغیر" "جیسا" کے اگر مولوی منظور صاحب یا مولوی تھانوی صاحب کی شان میں بولا جائے تو اس سے اِن صاحبوں کی توہین ہوجائے۔ اور وہی لفظ جب حضور کے متعلق مولوی تھانوی صاحب لکھدیں تو اس میں حضور کی کچھ توہین نہ ہو۔
اللہ اکبر مولوی منظور صاحب اور تھانوی صاحب کی عزّت حضور سے بھی زیادہ ہوئی۔ کیوں مولوی صاحب یہی ہے آپ کا دھرم۔

مولانا محمد منظور صاحب۔ (بعد خطبہ ماثورہ) اللّٰھم رب جبرئیل و میکائیل منزل التوراۃ والانجیل والقرآن الجلیل فاطر السمٰوات والارض انت تحکم بین عبادک فیما ھم فیہ یختلفون اھدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاءُ الیٰ صراط مستقیم۔ بسم اللہِ الرّحمٰن الرحیم۔

میرا خیال تھا۔ کہ اس بیس ۲ گھنٹے کی فرصت میں مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی خاص تیاری کی ہوگی۔ اور وُہ کچھ نئی نئی باتیں سوچ کر لائے ہوں گے مگر
غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہُوا کہ آپ آج بھی اُسی منزل میں ہیں جس میں آپ کل تھے۔ بخدا مجھے حیرت ہوتی ہے۔ کہ جن باتوں کا آپ بار بار جواب پا چکے۔ پھر کس طرح اُن کو زبان پر لاتے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ہر بار آپ فرماتے ہیں۔ کہ میری کسی بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ صحیح بخاری شریف اور دُوسرا

تھا۔ کہ" جو شخص حضور کے علمِ غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلائے وُہ خارج از اسلام ہے۔ اور آپ نے مان لیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ " ایسا " اتنا اور اس قدر کے معنٰے میں ہے ۔ جس سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے ۔ لہٰذا اب مولوی اشرف علی صاحب خود اپنے اور آپ کے اقرار سے کافر ٹھیرے۔ ایسے ہی کافروں کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یکفرون[1] بافواھھم یعنی وُہ خود اپنے مُنہ سے کافر بنتے ہیں۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب نے پہلے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں "ایسا" بغیر "جیسا" کے ہے۔ لہٰذا تشبیہ کے لئے نہیں مگر جب میں نے مولوی صاحب سے پُوچھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے یا آپ کے مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ " ان کا علم گدھے ایسا ہے " تو اس میں تشبیہ اور آپ کی توہین ہو گی یا نہیں ؟ تو بہت دیر تک مولوی صاحب اس کے جواب میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ لیکن جب مولوی صاحب نے سمجھا کہ سردار احمد پنجابی ہے۔ وُہ جواب لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑیگا۔ تو آپ نے کل آخر میں اس کا جواب دیا۔ اور تسلیم کر لیا کہ اِس میں

---

[1] جو قرآن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اس میں کہیں یہ آیت موجود نہیں۔

تشبیہ اور توہین ہے۔ آپ سب لوگوں کو مولوی صاحب کی یہ بات یاد ہوگی۔

بس مسلمانو! اب خود فیصلہ کرو۔ وہی "ایسا" "بغیر" "جیسا" کے اگر مولوی منظور صاحب یا مولوی تھانوی صاحب کی شان میں بولا جائے تو اس سے ان صاحبوں کی توہین ہوجائے۔ اور وہی لفظ جب حضور کے متعلق مولوی تھانوی صاحب لکھدیں تو اس میں حضور کی کچھ توہین نہ ہو۔

اللہ اکبر مولوی منظور صاحب اور تھانوی صاحب کی عزّت حضور سے بھی زیادہ ہوئی۔ کیوں مولوی صاحب یہی ہے آپ کا دھرم۔

مولانا محمد منظور صاحب۔ (بعد خطبہ ماثورہ) اللّٰھم رب جبرئیل و میکائیل منزل التوراۃ والانجیل والقرآن الجلیل فاطر السمٰوات والارض انت تحکم بین عبادك فیما ھم فیہ یختلفون اھدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنك انك تھدی من تشاءُ الی صراط مستقیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میرا خیال تھا۔ کہ اس بیس ۲۰ گھنٹے کی فرصت میں مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی خاص تیاری کی ہوگی۔ اور وہ کچھ نئی نئی باتیں سوچ کر لائے ہوں گے مگر

غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ آج بھی اُسی منزل میں ہیں جس میں آپ کل تھے۔ بخدا مجھے حیرت ہوتی ہے۔ کہ جن باتوں کا آپ بار بار جواب پا چکے۔ پھر کس طرح اُن کو زبان پر لاتے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ہر بار آپ فرماتے ہیں۔ کہ میری کسی بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ صحیح بخاری شریف اور دوسرا

کُتب حدیث میں ایک روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں وفات شریف سے تین چار روز قبل ایک دن فرمایا ۔ کہ ایک کاغذ لاؤ میں تم کو ایک ایسا نوشتہ لکھدوں کہ تم اُس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے ۔ اس کے بعد صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں ۔ " قالوا ھجر استفھموہ " یعنی حاضرین نے (یا حاضرین میں سے کسی نے) کہا : " آپ سے پُوچھو تو سہی کیا آپ نے ہم کو چھوڑ دیا ؟ "

کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ کیا حضور ہمیشہ کے لئے ہم سے مفارقت اختیار فرما رہے ہیں جو اس قسم کا وصیّت نامہ لکھنا چاہتے ہیں ۔ "

اِس روایت میں یہ ذکر بھی ہے کہ وہاں حاضرین میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی تھے ۔ اب شیعہ صاحبان جو بزرگانِ دین کی تکفیر میں آپ کے بھی اُستاد ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ کافر ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ قول (ھجر استفھموہ) اُنہی کا ہے ۔ اور اس میں جو "ھجر" کا لفظ ہے وُہ ھُجر سے مُشتق ہے جس کے معنے " بیہودہ بکواس " کے ہیں ۔ اور معاذ اللہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ " حضور نے ہذیان بکا ہے " (نعوذ باللہ من مثل ھذہ الکلمۃ الخبیثۃ) شیعہ صاحبان کو یہ اعتراض پیش کئے سینکڑوں برس ہوگئے اور اُس وقت سے اب تک اہلسنت نے ہزارہا مرتبہ تحریروں اور تقریروں میں اُن کے اس ناپاک افترا کے نہایت معقول اور دندان شکن جوابات دِئے جو آج تک لاجواب ہیں ۔ مگر شیعہ صاحبان آج تک یہی گائے جاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (معاذ اللہ) ضرور توہین کی اور آپ کو " ہذیان گو " بتلایا

اُن کو بار بار بتلایا گیا کہ یہ لفظ ھَجَرَ " " ھُجر" بمعنے ہذیان گوئی سے مشتق نہیں ہے بلکہ "ہجر" بمعنے جدائی سے مشتق ہے۔ اور بعد میں" استفھموہ" کا لفظ اس کا قرینہ بھی موجود ہے۔ کیونکہ ہذیان والے سے استفہام ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ ھَجَرَ "ہجر" اور "ہجران" سے مشتق ہے۔ جو وصال کے مقابلہ میں آتا ہے۔ اور اس قول کا صحیح اور واقعی مطلب وُہی ہے۔ کہ کیا حضور کا ارادہ ہم کو داغِ مفارقت دینے کا ہے ذرا آپ سے دریافت تو کرو!

لیکن شیعہ صاحبان بقول شخصے "مرغی کی ایک ٹانگ" یہی کہے جاتے ہیں کہ نہیں صاحب! ہجر کے معنے تو "بیہودہ بکواس" ہی کے ہیں۔ اور اس میں ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی توہین ہے۔ لہٰذا معاذ اللہ (حضرت) عمر یقیناً کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

بہر حال شیعہ صاحبان بھی آپ کی طرح صدہا مرتبہ جواب پانے کے بعد یہی کہے جاتے ہیں۔ زبان ہم سے نہ اُن کی پکڑی گئی نہ آپ کی پکڑی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ خود آپ کا ضمیر جانتا ہو گا۔ کہ آپ کی ہر ہر بات کا کیسا لاجواب جواب دیا جا رہا ہے۔ میں کل لغت اور محاورات سے ثابت کرچکا[۱]۔ کہ "ایسا"، تشبیہ کے علاوہ دُوسرے معنے ایں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی دُہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ لیکن آپ اپنے شیعہ بھائیوں کی طرح یہی کہے جاتے ہیں[۲]۔ کہ نہیں "ایسا" تو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت

---

[۱] ملاحظہ ہو صفحہ ۷۸ [۲] کند ہم جنس باہم جنس پرواز

میں ضرور توہین ہے۔ اب اِس ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور نے اقرار کر لیا کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون ہ اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جس چیز کو میں کل سے بار بار رَد کر رہا ہوں آج آپ اُسی کو میرے ذمہ رکھ رہے ہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان میں "جیسا" کا لفظ نہیں ہے۔ اگر اُس میں "جیسا" ہوتا تو "ایسا" کا تشبیہ کے لئے ہونا ضروری ہوتا؛ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے فرمایا۔ کہ "جیسا" یہاں محذوف ہے۔ لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو بات کو رَد کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ "ایسا" اگر بغیر "جیسا" کے ہو جب بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ پھر جب میں نے آپ کی اس بات کی تردید کی اور ثابت کیا کہ "ایسا" تشبیہ کے علاوہ دُوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وُہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنےٰ میں مستعمل ہے تو آپ نے مجھ سے اس کا ثبوت طلب کیا کہ "ایسا" بلا تشبیہ کے اتنا کے معنےٰ میں کہاں آتا ہے؟ چنانچہ میں نے اُس کو لغت اور نظم و نثر کے محاورات سے ثابت کر دیا جس کا آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب اِس تقریر میں آپ نے یہ جدت اختیار کی۔ کہ "ایسا" کو "اتنا" کے معنے میں لینے کے بعد ہمارا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب ہو جاتا ہے۔ کہ غیب کا جتنا علم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تھا اتنا ہر زید و عمر اور جانوروں اور پاگلوں کو بھی حاصل ہے۔"

مجھے حیرت ہے کہ کیا واقعی آپ ایسا ہی سمجھ رہے ہیں یا دیدہ و دانستہ دوسرے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ باتیں کر رہے ہیں ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

بہرحال اگر آپ میری اُس بات کو ابھی تک نہیں سمجھے ہیں تو اب سمجھ لیجئے کہ "حفظ الایمان" میں "ایسا" اتنا کے معنے میں ہے اور اُس سے مراد مطلق بعض علوم غیبیہ ہیں۔ اور عبارت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر حضور کو عالم الغیب کہنے والے مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں۔ اور اگر اُن کا یہی اصُول ہے۔ کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہوں گی۔ اُسی کو عالم الغیب کہا جاویگا تو لازم آئیگا کہ ہر زید و عمر و بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے کیونکہ ایسا علم غیب (یعنی اتنا علم غیب جو اِن لوگوں کے نزدیک کسی کو عالم الغیب کہنے کے لئے کافی ہے یعنی مطلق بعض غیوب کا علم تو ہر ایک کو حاصل ہے۔ بہرحال اِس عبارت میں لفظ ایسا اتنا کے معنےٰ میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف۔

اگر اب بھی اس عبارت کا مطلب آپ نہ سمجھے ہوں تو دُوسرے طور پر یُوں سمجھیے کہ یہاں لفظ "ایسا" "یہ" کے معنےٰ میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے اور "ایسا" کا استعمال "یہ" کے معنےٰ میں اُردو محاورات میں شائع و ذائع ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ "میں زید کو ماروں گا" دُوسرا کہے "ایسا کام ہرگز نہ کرنا"، تو مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ "یہ کام ہرگز نہ کرنا"

ف۔ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پس یُوں سمجھیے کہ حفظ الایمان کی زیرِ بحث عبارت میں بھی "یہ ایسا" کا لفظ "یہ" کی جگہ مستعمل ہے۔ اور اس صورت میں عبارت کی شرح یُوں ہو گی۔

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی حضور کو عالم الغیب کہنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے جو حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس اطلاق کو جائز سمجھتا ہے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیوب کے علم میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب (یعنی یہ علم غیب جو اُوپر مذکور ہُوا۔ یعنی مطلق بعض غیب کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے۔ جو دُوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو (اس زید کے اصُول پر) چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"

میں اُمید کرتا ہوتا ہوں کہ اِس شرح کے بعد ایک جاہل سے جاہل شخص کو بھی اِس عبارت میں کوئی شُبہ نہیں رہے گا۔ بہر حال حفظ الایمان کے لفظ "ایسا" کو "اتنا" کے معنےٰ میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے اور "یہ" کے معنےٰ میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور دونوں صُورتوں میں اُس سے مُطلق بعض غیوب کا علم مراد

لہ (حاشیہ صہ ۹۰) چنانچہ اس محاورہ کے مطابق شاعر کہتا ہے ؎

وصلِ بتِ خود سر کی تمنا نہ کریں گے ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے" مرتب

ہوگا۔ اور فرق صرف تعبیر اور عنوان کا ہوگا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف کسی طرح بھی مراد نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مزید توضیح کے لئے اس عبارت کی میں ایک مثال اور پیش کرتا ہوں فرض کیجئے۔ کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت زیادہ رعیت نواز ہو اور رعایا کی بہت زیادہ خبر گیری کرتا ہو ہزاروں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہو۔ اب کوئی احمق شخص جس کا نام "زید" فرض کر لیجئے کہے کہ میں اس بادشاہ کو "رب العلمین" کہونگا اس پر کوئی دوسرا شخص مولوی اشرف علی صاحب کی طرح یوں الزام کرے کہ "تم جو اس بادشاہ کو رب العلمین کہتے ہو تو بعض کی تربیت کی وجہ سے یا کل کی تربیت کی وجہ سے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ بادشاہ کل مخلوقات کی تربیت نہیں کرتا اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہو تو اس بادشاہ کی کیا تخصیص، ایسی تربیت یعنی مطلق بعض کی تربیت تو سب ہی کرتے ہیں، ہر شخص کم از کم اپنی اولاد کو پالتا ہے۔ جانور بھی اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول پر ہر شخص کو بلکہ ہر حیوان کو بھی رب العلمین کہا جاوے ذرا غور فرمایا جائے کیا اس میں اس بادشاہ کی توہین ہوئی اور کیا اس کا یہی مطلب ہوا کہ اس شخص نے اس بادشاہ کو ہر معمولی انسان بلکہ جانوروں کے برابر کر دیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالے گا۔

اس وقت تک میں نے حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح میں جو کچھ کہا ہے اگر میں کسی اعلیٰ درجہ کے جاہل کے سامنے بھی یہ باتیں پیش کرتا تو وہ بھی مطمئن ہو جاتا۔ اور صداقت کا اعتراف کرتا۔ مگر آپ ماشاء اللہ مولوی ہیں اور وہ بھی بقول خود بڑے کڑے پنجابی مولوی اور اس پر طرہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے ہٹ دھرم کے

ہموطن۔ اس لئے آپ سے یہ توقع دشوار ہے۔

ملّا آں باشد کہ چپ نہ شود

لیکن چونکہ میں آج آپ حضرات پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا چاہتا ہوں اس لئے اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ بغور سنیئے۔ حفظ الایمان کی جس عبارت میں بحث ہو رہی ہے اُس میں مولٰنا عالم الغیب کہنے والوں کو اُن کے اصُول پر الزام دے رہے ہیں کہ تمہارے اس لغو اور غلط اصول پر لازم آتا ہے کہ حضور کی طرح زید و عمر و بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ بہر حال یہاں مولٰنا کا کلام بطور الزام ہے۔ اس عبارت کے کسی فقرے میں مولٰنا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے علمِ شریف کے متعلق اپنا عقیدہ نہیں بیان فرمایا ہے۔ البتہ اسی حفظ الایمان میں زیرِ بحث عبارت سے چند سطر کے بعد مولٰنا نے اس کے متعلق اپنا ذاتی عقیدہ بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے اُس کی عبارت یہ ہے۔

کہ نبوّت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وُہ آپ کو تمامہا حاصل ہو گئے تھے۔"

غور فرمایا جاوے جو شخص حضور کے لئے تمام علوم لازمۂ نبوّت حاصل مانتے کیا وُہ اس کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضور کا سا علم حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ انصاف شرط ہے خدا کا خوف کیجئے اور اُس کے سخت محاسبہ سے ڈریئے۔

مولوی سردار احمد صاحب:۔ حضرات میرا بھی خیال تھا۔ کہ مولوی منظور صاحب رات بھر کی محنت کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کا کوئی ٹھیک

جواب سوچ کر لائے ہوں گے مگر مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اب بھی اُن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اور لاجواب بات کا جواب ہی کیا ہوسکتا ہے۔

میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے متلق یوں کہے کہ "آپ کا علم گدھے ایسا ہے"۔ تو اس میں لفظ" ایسا" تشبیہ کے لئے ہوگا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے تسلیم کرلیا۔ کہ ہاں یہ" ایسا" تشبیہ کے لئے ہوگا اور اس میں توہین ہوگی" پھر جب میں کہتا ہوں کہ یہی" ایسا" کا لفظ حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ہے۔ لہٰذا اُس میں بھی توہین ہوگی تو مولوی صاحب اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔

مولوی صاحب میں نے تو آپ کی بڑی شہرت سُنی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے مناظرے کئے ہیں مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نے کوئی مناظرہ دیکھا بھی نہیں۔

آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال پیش کرتے ہیں وُہ تو اگر آج دنیا میں ہوتے تو سارے توہین کرنے والوں کا خاتمہ ہی کر دیتے۔ حضور کے زمانہ میں ایک منافق اور ایک یہودی میں جھگڑا تھا۔ جب معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا اس کے بعد وُہ منافق دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضور سید یوم النشور پہلے اس کا فیصلہ فرما چکے ہیں۔ اور اس بدبخت منافق نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا ہے

تو آپ گھر میں سے تلوار لائے اور فرمایا کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اُس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔

مولوی صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ تھی آپ اُن کو تھانوی صاحب کی مثال میں پیش کرتے ہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

آپ نے اپنی اس تقریر میں حفظ الایمان کی ایک اور عبارت بھی پڑھ کر سنائی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضور کو وُہ تمام علوم حاصل تھے جو نبوت کے لئے لازم وضروری ہیں۔ مولوی صاحب آپ نے قرآن شریف میں یہ آیت نہیں دیکھی

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون ٥

اے ہمارے محبوب جب یہ منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے سچے رسُول ہیں اور خدا جانتا ہے کہ بیشک آپ اس کے رسُول ہیں۔ اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔ (صرف آپ کو خوش کرنے کے لئے زبان سے ایسا کہتے ہیں، درحقیقت اُن کا عقیدہ یہ نہیں ہے)

پس اسی طرح تھانوی صاحب نے بھی صرف مسلمانوں کے دھوکا دینے کے لئے لکھدیا کہ حضور کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل تھے۔ ورنہ درحقیقت اُن کا عقیدہ

یہ نہیں ہے۔ عقیدہ اُن کا وہی ہے جو وہ حفظ الایمان میں پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ "حضور کا علم جانوروں اور پاگلوں کے برابر ہے" پھر سن لیجئے اُن کی عبارت یہ ہے "پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر الخ" (مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھی اور اُس کے متعلق وہی تقریر اس مرتبہ بھی فرمائی جو اس سے پہلے بارہا فرما چکے تھے۔ پھر اخیر میں فرمایا کہ)

"مولوی صاحب آپ بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے میری باتوں کا جواب دیجئے یا بس توبہ کر لیجئے"

مولانا محمد منظور صاحب - میں نے عرض کیا تھا کہ مسلمانانِ بریلی اُس مناظرہ کو نہ بھولے ہوں گے جو نومبر میں میرے اور پنڈت گوپی چند کے درمیان ہُوا تھا۔ وہ بھی اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور کہہ دیا کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ حالانکہ اُن کی ایک ایک بات کا جواب کئی کئی دفعہ دیا جاتا تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی سردار احمد صاحب کا بھی بالکل وہی ڈھنگ ہے۔ معلوم نہیں پنڈت جی کا اثر آپ پر پڑا ہے یا پنڈت جی پر آپ کا، آپ کی ہر ہر بات کا جواب مکرّر سہ کرّر دیا جا چکا مگر بایں ہمہ آپ پنڈت گوپی چند کی طرح ہر مرتبہ یہ ضرور فرما دیتے ہیں کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ مجھے آپ کی اس بُوالعجبی پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق میں ایسے ایسے محرومانِ عقل وحیا بھی موجود ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ آپ بھی معذور ہیں۔ اس موضوع کے متعلق جو کچھ دو چار باتیں آپ کو یاد تھیں۔ آپ پہلی ہی دو تین تقریروں میں اُن کو ختم کر چکے اب اگر ہر بار پھر آپ اُنہی کو نہ

دُہرائیں تو اور کیا کریں طوطی بیچاری اُتنا ہی بول سکتی ہے۔ جتنا اس کو یاد کرا دیا جائے۔ مگر مجھے اس مناظرہ میں بریلی والوں کو بہت کچھ سُنانا ہے۔ لہٰذا اب آئندہ سے میں آپ کی مکرر باتوں کے جواب میں صرف اپنی سابقہ تقریروں کا حوالہ دُونگا۔ اور اپنے باقی وقت میں نئی چیزیں پیش کرونگا۔ میرے نزدیک اس مناظرہ کا وقت بہت قیمتی ہے جو بعد میں کسی قیمت پر نہیں خریدا جا سکیگا۔ اور یہ اُمید بھی نہیں کہ اس مناظرہ کے تلخ تجربہ کے بعد آپ کبھی پھر ہم کو اس طرح احقاق حق کا موقع دیں اس لئے میرے دِل کا مجھ سے تقاضا ہے کہ

؎ امیر جمع ہیں احباب حالِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

میں کئی بار عرض کر چکا ہُوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ لفظ "ایسا" تشبیہ کیلئے بھی آتا ہے اور تشبیہ کے علاوہ دُوسرے معنٰے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اور میں لغت اور محاورات سے اس کا ثبوت بھی پیش کر چکا۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں وُہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ اور میرا یہ دعوٰے ایسا ہی ہے جیسا کہ شیعہ حضرات کے مقابلے میں علماءِ اہل سُنت کا یہ دعوٰے کہ "ھجر" بیہودہ گوئی کے معنٰے میں بھی آتا ہے اور جدائی کے معنٰے میں بھی۔ لیکن حدیث قرطاس میں وُہ جدائی ہی کے معنٰے میں مستعمل ہے نہ کہ بیہودہ گوئی کے معنٰے میں۔ لیکن جس طرح شیعہ صاحبان محض از راہِ ہٹ دھرمی یہی کہے جاتے ہیں کہ "ہجر" کے معنٰے بیہودہ بکواس ہی کے ہیں اور وُہ اسی معنٰے میں صحیح بخاری کی اس حدیث میں مستعمل ہے، اور ضرور اس میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی توہین ہے۔ اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) معاذ اللہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہیں۔" اسی طرح آپ بھی یہی کہے جاتے ہیں کہ لفظ "ایسا" تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور وہ حفظ الایمان کی عبارت میں تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور ضرور اس میں معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ لہٰذا مصنف حفظ الایمان مولٰنا اشرف علی صاحب ضرور اس کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب بتلایا جائے کہ شیعہ صاحبان کی اور آپکی ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مولٰنا تھانوی (مدظلہٗ) کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت؟ سو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ میں تو آپ کی مثال شیعوں سے دے رہا ہوں نہ کہ حضرت مولٰنا تھانوی کی مثال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور اگر بفرض میں یوں بھی کہوں کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر توہینِ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا بہتان رکھا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا تھانوی پر بھی۔ جب بھی یہ مثال صحیح ہوگی۔ اور اس میں ایک خاص مناسبت یہ بھی ہے کہ حضرت مولٰنا تھانوی مدظلہ حضرت فاروق اعظم ہی کی نسل سے ہیں۔ فنعم الوفاق۔"

آپ نے اس مرتبہ بالکل بے موقعہ اور بے جوڑ حضرت فاروق اعظم کے اُس منافق کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اگر آج دنیا میں آپ ہوتے تو سب توہین کرنے والوں کا خاتمہ کر دیتے۔ بیشک میرا بھی یہی ایمان ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم کی تو بڑی شان ہے۔ یہ کیفیت تو ہر مومن کی ہونی چاہئے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آج کوئی بدبخت میرے

سامنے حضور کی شانِ پاک میں گستاخی کرے تو میں بھی اس کے ساتھ انشاءاللہ وُہی معاملہ کروں گا جو حضرت فاروق اعظم نے اس بدنصیب کے ساتھ کیا تھا۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لے یا دُنیا میں وُہ نہیں ہوگا۔ یا میں نہیں ہونگا یا دو نو نہیں ہوں گے۔ حضرت امام مالک رح کا ارشاد ہے۔

" ما بقاء امۃ بعد سب نبیھا " پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیئے جانے کے بعد امّت کی کیا زندگی ہے؟

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مولنا تھانوی مدظلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ اسی حفظ الایمان میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ

نبوّت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وُہ سب آپ کو تمامہا حاصل تھے"۔

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ "یہ صرف مسلمانوں کے خوش کرنے کے لئے لکھدیا گیا ہے۔ جیسا کہ منافقین حضور کے سامنے زبانی اسلام کا دعوے کیا کرتے تھے۔ (استغفراللہ العلی العظیم) آپ بھی عجیب آدمی ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تو وحی آلہی نے بتلایا کہ منافقین جو کچھ آپ کے سامنے کہتے ہیں اپنے ضمیر کے خلاف کہتے ہیں، لیکن آپ کو کس نے بتلایا۔ کہ مولنا تھانوی کا عقیدہ وُہ نہیں ہے جو انہوں نے لکھّا ہے۔ کیا آپ کے ہموطن مرزا غلام احمد کی طرح آپ پر بھی وحی ہونے لگی۔ اللہ خیر کرے۔ یہ عجیب اُلٹی منطق ہے۔ کہ جو چیز مولنا کی عبارت میں نہ صراحۃً پائی جائے نہ اشارۃً وُہ تو اُن کا عقیدہ ہے۔ اور جو انہوں نے صاف صریح طور پر لکھا ہے وُہ عقیدہ نہیں۔ اِس

سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور کیا ہوسکتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی دعوئے کیا ہے۔ جو کل سے آپ فرما رہے ہیں۔ میں اس کا نہایت مفصل اور شافی جواب دے چکا آپ اس کو یاد کیجئے اس وقت اس کے متعلق ایک مختصر بات اور عرض کرتا ہوں بغور سنیئے! یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضور کے علمِ شریف کی مقدار پر گفتگو نہیں ہے بلکہ اصل بحث یہاں حضور کو عالم الغیب کہنے کی ہے۔ اور اس میں دو فریق ہیں ایک "زید" فرض کر لیجئے کہ وہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں۔ دوسرے مولانا اشرف علی صاحب، فریق اول (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب مثلاً) حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں۔ فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور اس پر اس طرح دلیل قائم فرماتے ہیں۔ کہ حضور کو عالم الغیب کہنے والے (فریق اول) کل غیوب کے علم کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں یا بعض غیوب کے علم کی وجہ سے۔ اگر کل کی وجہ سے کہتے ہیں تو اس لئے صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور اگر بعض غیب کے علم کی وجہ سے کہیں تو لازم آتا ہے کہ زید و عمر بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم سب کو ہے۔ اب غور فرمایا جائے کہ یہ برابری عالم الغیب کہنے میں فریق اول یعنی مولوی احمد رضا خان کے اصول پر لازم آتی۔ یا فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب کے اصول پر۔ ظاہر ہے کہ یہ اُس کے اصول پر لازم آئیگی

جو حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہے گا۔ مولانا تھانوی تو آپ لوگوں کو اس پر متنبہ فرما رہے ہیں: کہ آپ حضرات کے اس اصول پر ایسا لازم آتا ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ وُہ خود اس کے قائل ہیں کہ حضور کی طرح ہر زید و عمرو وغیرہ کو عالم الغیب کہا جائے۔ آپ اُن کی عبارت کو بغور دیکھئے۔ وُہ تو آپ لوگوں کو بھی اس گمراہی سے بچا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ آپ میری اس بات کو سمجھ گئے ہوں۔ آپ نے اس تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "تو نے کبھی مناظرہ دیکھا بھی نہیں"

میں بحمداللہ نہ خود ستائی کا عادی ہوں اور نہ اس کو اچھا سمجھتا ہوں۔ مگر آپ کی اس بات کے جواب میں مجھے عرض کرنا پڑتا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اس تھوڑی سی عمر میں جتنے مناظرے اس ناچیز نے کئے ہیں اتنے آپ کی جماعت کے کسی بڑے بُوڑھے نے بھی نہیں کئے۔ بلکہ اگر یُوں عرض کروں تو انشاء اللہ مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی ساری جماعت کے مناظروں کی مجموعی تعداد بھی اتنی نہ ہوگی۔ جتنی میرے مناظروں کی ہے اور مجھے اس پر فخر نہیں حق تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ وُہ اپنے دین کی خدمت لیتا ہے۔

منّت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمے کنی ؎
منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

مولوی سردار احمد صاحب حضرات آپ کل سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ میں بار بار حفظ الایمان کی عبارت پڑھ پڑھ کر سُنا رہا ہوں۔ اور ثابت کر رہا ہُوں کہ اس میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سخت توہین ہے۔ اور آپ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب اِدھر اُدھر کی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ کبھی وعظ شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی شیعوں کا قِصّہ چھیڑتے ہیں

کبھی اپنی تعریفیں کرتے ہیں اور اپنے مناظرے گناتے ہیں۔ اور میری اصل بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور جب میں شکایت کرتا ہوں کہ صاحب! آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو آپ ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سردار احمد پنڈت گوپی چند کی سی باتیں کرتا ہے۔ وُہ بھی ہر تقریر میں کہا کرتے تھے کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا، تو مولوی صاحب بات یہ ہے۔ کہ جو شخص بھی آپ سے مناظرہ کریگا۔ وُہ ضرور یہ شکایت کریگا کیونکہ آپ جواب دیتے ہی نہیں۔ اگر پنڈت گوپی چند یہ شکایت کرتے تھے تو بجا کرتے تھے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وُہ نہایت معقول اعتراضات کرتے تھے اور آپ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت گذارتے تھے۔[1] تو جناب قصور میرا یا پنڈت گوپی چند کا نہیں قصور خود آپ کا ہے۔ اگر آپ ٹھیک ٹھیک جواب دیں تو کسی کو بھی جواب نہ دینے کی شکایت نہ ہو۔ خیر اب تک آپ نے جواب نہیں دیا تو اب دے دیجئے۔ میرا اعتراض یہ ہے (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی اُسی عبارت کو پڑھ کر پھر وُہی تقریر فرمائی جو وُہ پہلے بار بار فرما چکے تھے۔ پھر اخیر تقریر میں آپ نے فرمایا کہ) اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہُوں۔

---

[1] کیا اسلام کے دعوے کے ساتھ اسلام دشمنی کا اس سے بدترین کوئی مظاہرہ ہوسکتا ہے۔ کہ اسلام پہ آریہ سماجی کے اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلایا جارہا ہے۔ افسوس صد افسوس یہ ہیں چودھوی صدی کے مسلمان بلکہ اسلام کے ٹھیکیدار
ع عار دارد کفر از اسلام تو۔ مرتّب

ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے یا نہیں اگر آپ کے نزدیک اِس عبارت میں توہین نہیں ہے۔ تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے اور ایسا کے معنے[1] اتنا اور اس قدر جو آپ تبلا رہے ہیں۔ وُہ بھی اس میں لکھ دیجئے۔ بلکہ آپ کی سہولت کے لئے عبارت میں خود لکھے دیتا ہُوں آپ صرف دستخط کر دیجئے۔

(چنانچہ مولوی سردار احمد صاحب نے ایک پرچہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھ بھیجی)

" مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول مولوی منظور صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کُل علم، اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں مولوی اشرف علی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم تو ہر چار چوڑ ہے بلکہ ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر گدھے سُور بندر اُلّو چھپکلی۔ چھچھوندر۔ کتّا بکرے کو بھی حاصل ہے۔ اور اگر تمام علوم مراد ہے۔ تو اِس کا بطلان دلیلِ عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

(یہ تحریر مولوی سردار احمد صاحب نے مولٰنا محمد منظور صاحب کے پاس اِس فرمائش کے ساتھ بھیجی کہ اس پر دستخط کر دیجئے۔"

---

[1] مولوی سردار احمد صاحب نے اِسی طرح لکھا ہے۔ مگر کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ آپ پنجابی ہیں اور وُہ بھی غلام احمد کے ہم وطن۔ (مرتّب)

مولانا محمد منظور صاحب۔ آپ نے اپنی اس تقریر میں ایک ایسی بات کہی ہے جو یقیناً کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتی اور چونکہ وُہ میرے متعلق یا میرے کسی بزرگ کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق براہِ راست اسلام اور آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ پاک سے ہے۔ اس لئے اس کو معاف بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے صاف الفاظ میں کہا ہے۔ کہ

"پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہایت معقول تھے۔ اور منظور اُس کا جواب نہیں دے سکا۔"

استغفراللہ ربی، اِس بغض وعناد کی کوئی انتہا ہے۔ کہ آپ صرف میری عداوت کی وجہ سے پنڈت گوپی چند کے اُن اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلا رہے ہیں۔ جو انہوں نے اسلام اور تعلیمات رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے۔ پنڈت گوپی چند کے وُہ اعتراضات منظور پر نہ تھے مولٰنا اشرف علی صاحب کی ذات پر نہ تھے۔ بلکہ براہِ راست اسلام اور قرآن کریم پر تھے، آقائے کائنات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے لائے ہُوئے دین پر تھے۔ آپ اُن نجس اور ناپاک اعتراضات کو "نہائیت معقول" کہہ رہے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن "یہ آپ کا نہایت سنگین جُرم ہے۔ بلکہ صریح کلمہ کفر ہے۔ آپ بہت جلد اس سے توبہ کیجئے"!

رہا آپ کا یہ کہنا کہ منظور اُن اعتراضات کے جواب نہ دے سکا۔ اس کے جواب میں میں آپ کو کُھلا چیلنج کرتا ہوں اگر وُہ اعتراضات آپ کو یاد ہوں۔ تو ابھی اس مناظرے کے ختم ہونے کے بعد اسی پلیٹ فارم پر ان کو بھی پیش کیجئے۔

اور جواب لیجئے۔ اور اگر یاد نہ ہوں تو پنڈت گوپی چند کو بلکہ ہندوستان بھر کے آریہ سماجی مناظروں کو بلا لیجئے۔ اور وہی اعتراضات جن کو آپ معقول کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی جو اعتراضات اسلام پر ہوں اُن سب کو آریہ سماج کے وکیل بن کر آپ پیش کیجئے اور دیکھیئے کہ بعون اللہ تعالیٰ منظور کیسے تشفی بخش جوابات دیتا ہے۔ دسمبر ۱۹۳۲ء میں میرا جو مناظرہ اسی بریلی میں "صداقتِ قرآن" کے موضوع پر آریہ سماج سے ہُوا تھا جو چار دِن تک جاری رہا تھا۔ اور جس میں آریہ سماج کی طرف سے قرآنِ پاک پر اعتراضات پیش کئے جاتے تھے اور میں جوابات دیتا تھا۔ اس وقت مجھ سے بریلی ہی کے بعض لوگوں نے بیان کیا تھا کہ آریہ سماج نے آپ کو جو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے، درحقیقت اِسمیں آپ کے دُوسرے[1] مخالفین کا ہاتھ ہے نیز اُسی وقت یہ بھی مجھے معلوم ہُوا تھا کہ آپ حضرات کی طرف سے آریہ سماج کو میرے خلاف امداد بھی پہنچائی گئی۔ اور اُن کو اعتراضات بھی لکھ لکھ کر دئے گئے تاکہ کسی طرح منظور بریلی میں ذلیل ہو جائے، لیکن مجھے کبھی ان باتوں پر پُورا یقین نہیں ہُوا اور میں ان کو صرف افواہ سمجھتا رہا۔ لیکن آج آپ کی اس بات نے اُن تمام چیزوں کی بڑی حد تک تصدیق کر دی۔ جب آپ میری عداوت کی وجہ سے ہزاروں کے مجمع میں کھُلے طور پر پنڈت گوپی چند کے اُن ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا رہے ہے جو اُنہوں نے براہِ راست اسلام اور تعلیمات حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے تو کیا بعید ہے کہ میرے ذلیل کرنے کے لئے آپ

---

[1] یعنی رضا خانی صاحبان۔ مرتب

لوگوں نے کوئی سازش آریہ سماج سے کی ہو۔

بہرحال وُہ پرانا قصہ تھا جو رفت وگذشت ہوگیا۔ اب آپ نے کھلے لفظوں میں جو کُفر کی حمایت کی ہے اس سے کھلے طور پر توبہ کیجئے اور یقین کیجئے کہ توبہ کرنے سے عزّت جاتی نہیں بلکہ عزّت ملتی ہے۔ گناہ کے بعد توبہ حضرت آدم علیہ السلام کی سُنّت ہے۔ اور تمرد وسرکشی شیطان کی خصلت۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا جواب پہلے دیا جاچکا ہے۔ یاد کر لیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا ہے۔ کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو کیا وُہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھی جاسکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحب بلکہ میں اپنے تمام بزرگوں کے حق میں لکھ سکتا ہوں۔ لیکن جو عبارت آپ نے لکھ کر بھیجی ہے وُہ حفظ الایمان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے۔ اور ہمارا آپ کا نزاع حفظ الایمان کی عبارت میں ہے۔ اب لیجئے میں اتماماللحجۃ "حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولٰنا اشرف علی صاحب کے حق میں جاری کرتا ہوں۔ سُنیئے۔

پھر یہ کہ آپکی (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ اس غیب سے مراد کُل غیب ہے یا بعض غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں مولٰنا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دُوسرں

سے مخفی ہو تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔"

دیکھئے یہ بجنسہٖ حفظ الایمان کے الفاظ ہیں انہیں کے متعلق یہ بحث ہو رہی ہے کہ ان میں توہین ہے یا نہیں۔ آپ نے آخری فیصلہ اسی پر رکھا تھا کہ اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھدی جاوے۔ میں نے بعینہٖ وُہی الفاظ مولانا کے حق میں بھی کہہ دیئے اور آپ فرمائیں تو لکھنے کو بھی تیار ہوں اب تو مان لیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اصل موضوع یعنی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ اُس کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ اور اگر اُن کا فیصلہ ہو جائے تو ہمارے آپ کے اس جھگڑے کا فیصلہ بھی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور وہ دو باتیں یہ ہیں۔ ایک۱ یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائلِ نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور دُوسرے۲ یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات کو بھی ہے۔ پہلے مقدمہ پر ابھی تک آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اگر آپ اس کا بھی ثبوت طلب کریں تو میں ابھی اس کو بھی عرض کر دونگا۔ اس وقت کی ساری بحث دُوسرے مقدمہ پر ہے اب میں اس کو آپ کے اعلیحضرت مولوی احمد رضا خان کے کلام سے ثابت کرتا ہوں۔ سُنیئے۔

اس سے غالباً آپ کو انکار نہ ہوگا کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفاتِ مقدسہ غیب کی چیزیں ہیں۔ اور آپ کے اعلیحضرت تصریح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کی وحدت بلکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم بھی کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ جمادات و حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ اُن کی اصل عبارت یہ ہے:۔

"ہر شئے مکلّف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ۔" (ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۷۷)

چند سطر کے بعد پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔

"ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے۔ اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا کچھ اور۔ اور وہی مکلّف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ۔ حدیث میں ہے ما من شئ الا و یعلم انی رسول اللہ الا مردۃ الجن والانس کوئی شئے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں کے۔"

خانصاحب کی ان دونوں عبارتوں میں تصریح ہے۔ کہ کائنات کی ہر چیز خدا اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتی ہے۔ اور تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور بغیر علم کے نہ ایمان ہو سکتا ہے نہ تسبیح۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز حتیٰ کہ جمادات و نباتات کو بھی کم از کم خدا کا علم ہے۔ اس کی وحدانیت کا علم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم ہے۔ اور یہ سب چیزیں غیب کی ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اور یہی مولانا اشرف علی صاحب کا دعویٰ ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس کھلی شہادت نے ثابت کر دیا

ہوا ہے مدّعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

مولوی سردار احمد صاحب:۔ حضرات آپ نے دیکھ لیا میں نے ایک فیصلہ کی بات کہی تھی کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو آپ مولوی

تھانوی صاحب کے لئے ایسی ہی عبارت لکھ دیجئے۔ بلکہ میں نے عبارت خود لکھ کر دیدی تھی۔ اور کہا تھا کہ آپ اس پر بس دستخط کر دیجئے۔ مولوی منظور صاحب اس پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں اور انھوں نے ابھی تک اس تحریر پر دستخط نہیں کئے بس معلوم ہو گیا کہ دیوبندی دھرم میں مولوی اشرف علی صاحب کی توہین تو جائز نہیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو گالیاں دینا بالکل جائز ہے۔ اور اس پر ایمان کا دعوے ہے۔ بس یہ ایمان کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ منافق کیا کرتے تھے۔ مسلمانو! کیا اب بھی تم کو اس میں شبہ رہا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور کی توہین ہے۔ مولوی اشرف علی حضور کے علم شریف کو گدھے کُتے سُور، بندر کے برابر بتلادیں جب بھی حضور کی توہین نہ ہو اور ہم تھانوی صاحب کے علم کو کُتے سُور بلی بندر، بچھیا[1]، بچھا، کٹیا کٹا کے برابر کہیں تو مولوی اشرف علی کی توہین ہو جائے۔ مسلمانو! یہ ہے دیوبندی دھرم۔

مولوی صاحب! اب یا تو آپ صاف اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے اور حضور کے علم شریف کو گدھے کُتے سُور بندر کے برابر کہا گیا ہے اور اگر اس میں توہین نہیں ہے تو پھر مولوی اشرف علی صاحب کے لئے بھی ایسے ہی الفاظ لکھ دیجئے۔ اس کے بغیر میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میں کُتا ہوں حضرت غوث پاک کا آپ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے۔'

---

[1] یہ بچھا اور کٹا پنجابی اُردو ہے اور وہ بھی خاص ضلع گورداسپور کی جہاں کا مرزا قادیانی تھا۔ (مرتب)

آپ نے اس دفعہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام بھی پیش کیا ہے۔ بھلا اس سے اور حفظ الایمان کے کفری مضمون سے کیا تعلق۔ اُس میں یہ ملعون عبارت کہاں ہے کہ "ایسا علمِ غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" بلکہ اس میں تو سرے سے غیب کا لفظ ہی نہیں۔ آپ محض مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اعلیحضرت کا نامِ مبارک لیتے ہیں۔ بھلا وہ ایسی کفری بات کہہ سکتے ہیں۔ ارے وہ تو ایسے عاشقِ رسُول تھے کہ حضور کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ آپ تھانوی صاحب کی مثال اُن سے دیتے ہیں ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ آپ بتلائیے اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظاتِ شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ "غیب کا جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہے ایسا ہر چوڑھے چمار، ہر گدھے کُتے، ہر بندر سؤر اور ہر بچھیا بچھا کتیا کتا کو حاصل ہے۔" اور اگر آپ اتنا نہ دکھلا سکیں تو جانیئے اس میں صرف "ایسا" کا لفظ ہی دکھلا دیجئے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ اعلیحضرت کے کلام میں "ایسا" کا لفظ نہیں دکھا سکتے ؎

نہ خنجر اُٹھیگا نہ تلوار تم سے یہ بازو مرے آزمائے ہُوئے ہیں

آپ اپنی باری میں اس کا جواب ضرور دیں کہ اعلیحضرت کے "ملفوظ شریف میں "ایسا" کا لفظ ہے یا نہیں؟

مولانا محمد منظور صاحب ۔ مناظرہ درحقیقت بہت مشکل کام ہے۔ اور اس کے لئے علم اور قابلیت کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بے حیائی اور ڈھٹائی پہ کمر باندھ لے تو اس کے لئے نہایت آسان ہے۔ کسی بے حیا عورت

کا مقولہ مشہور ہے۔ کہ "اس نے مجھے بہت ہرایا میں ہاری ہی نا"

اگر آپ کا مناظرہ بھی اسی اصول پر ہے تو یقیناً آپ کو قیامت تک بھی نہیں ہرایا جا سکتا۔

بندۂ خدا میں نے حفظ الایمان کی عبارت لفظ بلفظ مولنا تھانوی کے حق میں جاری کر دی۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپ تحریر چاہیں تو میں لکھ بھی دوں۔ بلکہ نہ صرف مولنا اشرف علی صاحب کے حق میں بلکہ اپنے تمام بزرگوں کے حق میں۔ اس پر بھی آپ وہی کہے جاتے ہیں کہ منظور تحریر دینے کے لئے تیار نہیں۔ سچ ہے ع بے حیا باش وہر چہ خواہی کن۔

رہی وُہ عبارت جو آپ نے لکھ کر بھیجی ہے اس کے متعلق تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ وُہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی تصنیف ہے۔ اور بحث حفظ الایمان کے الفاظ میں ہے نہ کہ آپ کے الفاظ میں۔ یہ عجیب منطق ہے۔ کہ گفتگو تو ہے حفظ الایمان کی عبارت میں اور دستخط کرانا چاہتے ہیں آپ اپنی عبارت پر۔ جس کا حفظ الایمان میں پتہ نشاں بھی نہیں۔ آپ کے اس مطالبہ کی معقولیت کی داد کچھ اہل بریلی ہی دے سکتے ہیں۔

بہرحال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اُس کے متعلق میرا دعویٰ ہے۔ کہ اس میں توہین کا شائبہ بھی نہیں۔ اور آپ نے خود اس کا آخری فیصلہ یہ تجویز کیا ہے۔ کہ میں وُہ ہی عبارت مولنا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھدوں چنانچہ اب آخری اتمامِ حجت کے لئے میں بعینہٖ وُہی عبارت مولنا اشرف علی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں۔

(اس کے بعد مولٰنا نے بعینہٖ حفظ الایمان کی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھی اور دستخط کرکے مولوی سردار احمد صاحب کے حوالہ کی۔ جس کی نقل یہ ہے)

پھر یہ کہ آپکی (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں مولٰنا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

(یہ تحریر مولٰنا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دی جس کا مجمع پر بہترین اثر ہوا اور اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو مخاطب کرکے مولٰنا نے فرمایا کہ آپ نے اس پر آخری فیصلہ رکھا تھا کہ جیسی عبارت حفظ الایمان کی ہے ویسی ہی مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دی جاوے۔ میں نے بحمد اللہ ویسی ہی بلکہ بعینہٖ انہی الفاظ میں لکھدی۔ اب اگر آپ کے اندر کچھ بھی صداقت اور شرافت ہے۔ تو اپنے قول کے بموجب اسی پر فیصلہ کر لیجئے اور اب مجھ کو تحریر

دیدیجئے۔ کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ "حفظ الایمان" کی زیرِ بحث عبارت کی بنیاد دو مقدّموں پر ہے۔ ایک یہ کہ دلائلِ نقلیہ وعقلیہ سے حضور کو کُل غیوب کا علم نہ ہونا ثابت ہے۔ دُوسرے یہ کہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ہر انسان بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے اس آخری بات کے ثبوت میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات کی دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ اور عرض کیا تھا کہ خان صاحب کی اِن عبارات سے معلوم ہُوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں" اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس میں حفظ الایمان کے الفاظ کہاں ہیں) اور اس میں تو غیب کا لفظ بھی نہیں، اور اس میں "ایسا" کا لفظ نہیں۔

آپ تو مجھ سے فرما رہے تھے کہ تُو نے کبھی کوئی مناظرہ نہیں دیکھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ کو کبھی اہلِ علم بلکہ اہلِ عقل کی صحبت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ میرا یہ دعویٰ ہی نہیں کہ ملفوظات میں حفظ الایمان کی عبارت لکھی ہوئی ہے۔ نہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس میں "ایسا" کا لفظ موجود ہے۔ میرا مدّعا تو صرف یہ ہے۔ کہ اس سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ مطلق بعض غیب کا علم کائنات کی ہر چیز حتےٰ کہ نباتات وجمادات تک کو حاصل ہے۔

کیونکہ اُس میں یہ تصریح ہے کہ دُنیا کی ہر چیز ایمان اور تسبیح خداوندی کے ساتھ مکلّف ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ اور اُس کی صفات غیب میں سے ہیں۔ اور ایمان اور تسبیح بغیر علم کے ممکن نہیں تو صاف نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کی ہر چیز کو بعض غیب کا علم ہے۔ اور اگر آپ اس کے متعلق بھی خانصاحب کی تصریح چاہتے ہیں۔ کہ حق تعالےٰ اور اس کی صفات غیب میں سے ہیں۔ تو لیجئے وُہ بھی حاضر ہے۔ خانصاحب موصوف

الدولۃ المکیۃ صفحہ ۱۳ پر حق تعالیٰ اور اُس کی صفاتِ اصلیہ اور قیامت اور جنت و دوزخ کا ذکر فرما کر لکھتے ہیں کہ

کل ذالک غیب وقد علمنا کلا بجبالہ ممتازا عن غیرہ فوجب حصول مطلق العلم التفصیلی بالغیوب لکل مومن

یہ سب کچھ غیب ہے۔ اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک ہمارے علم میں ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر مومن کے لئے واجب ہوا۔

لیجئے یہ خان صاحب ہی کی عبارت ہے۔ اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ حق تعالیٰ اور جنت و دوزخ وغیرہ یہ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہم کو ان تمام چیزوں کا علم ہے۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہر مومن کو مطلق بعض غیوب کا علم تفصیلی حاصل ہے۔ بلکہ حاصل ہونا واجب ہے۔ اس کے بعد مجھے خانصاحب کی ایک اور عبارت یاد آ گئی جس میں آپ نے گدھے کے لئے بھی بعض مخفی باتوں کا علم تسلیم کیا ہے اور چونکہ آپ کو گدھے سے بہت شوق ہے۔ کہ ہر بار آپ کی زبان پر اس کا نام آتا ہے۔ اس لئے میں اس عبارت کو ضرور پیش کرونگا۔ سُنیئے خان صاحب نے مصر کے ایک صاحبِ کشف گدھے کی حکایت اس طرح نقل کی ہے۔ کہ

ایک گدھا ہے اُس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دُوسرے کے پاس رکھدی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پُوچھا جاتا ہے۔ گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے۔ جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے"۔

خان صاحب نے اس قصہ کو نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ اس گدھے کو کشف

تھا۔ ملاحظہ ہو ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۱۱
لیجئے اب تو خانصاحب کی تصریح سے گدھے کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ثابت ہو گیا، یہ تو گدھے کے متعلق تھا اس کے بعد اگر آپ چاہیں گے تو خان صاحب ہی کے کلام سے سؤر اور بندر کے متعلق اور ثبوت دونگا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں بھی شاید کسی وجہ سے آپ کو محبوب ہیں کہ آپ اپنی ہر تقریر میں ان کا بھی نام لیتے ہیں
آپ نے اس مرتبہ خان صاحب کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ وہ تو ایسے عاشق رسول تھے کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ (جلّ جلالہ) کاش یہ باتیں آپ کسی ناواقف کے سامنے کرتے۔ آپ اس سے یہ باتیں کر رہے ہیں جو خانصاحب کی سٹری سے آپ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ کیسے عاشق رسول تھے۔ اور انہوں نے کیسا کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ ان سے زیادہ تارک الدنیا کون ہوگا کہ مرتے وقت بھی مرغن کھانے ہی یاد کرتے رہے۔ ذرا خانصاحب کا تحریری وصیت نامہ کا بارہواں نمبر ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

"اعزّا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو ہفتہ میں
دو تین بار اِن اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔
دودھ[1] کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو
مرغ[2] کی بریانی، مرغ[3] پلاؤ۔ خواہ بکری[4] کا شامی کباب۔
پراٹھے[5] اور بالائی[6]۔ فیرنی[7]۔ اُرد[8] کی پھریری دال مع
ادرک و لوازم۔ گوشت[9] بھری کچوریاں۔ سیب[10] کا پانی
انار[11] کا پانی، سوڈے[12] کی بوتل۔ دودھ[13] کا برف۔"

(وصایا شریف۔ صفحہ ۹-۱۰۔ مطبوعہ حسنی پریس۔ بریلی)

سُنا آپ نے یہ ہیں وُہ بزرگوار عاشقِ رسول جنہوں نے عشقِ رسُول میں کھانا پینا تک چھوڑ دیا تھا اور صرف یہی ایک درجن کھانے چکھ لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد اب بعونہٖ تعالیٰ میں وُہ طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان سے اقرار کریں کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے۔ آپ پہلے صفائی کے ساتھ اِن چند سوالوں کا جواب دیجئے۔

(۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باعثِ ایجادِ عالم ہونے کی حیثیت سے "خالق" کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) قاسمِ نعمِ الٰہیہ ہونے کی حیثیت سے رازق کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) واسطہ فی التربیت ہونے کی وجہ سے "رب العٰلمین" کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) حضور کی شان میں اگر کوئی شخص یہ آیت کریمہ پڑھے " عالم الغیب والشہادۃ ھو الرحمٰن الرحیم" تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟

(۵) اگر ناجائز ہوگا تو مکروہ یا حرام؟

(۶) جو شخص مطلق بعض علومِ غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتا ہے۔ اگر اس پر اس طرح الزام قائم کیا جائے۔ کہ

"مطلق بعض غیب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ہے لہذا تمہارے اصول پر لازم آئے گا کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔"

توکیا اس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوگی اور یہ الزام قائم کرنے والا شخص کافر ہوجائے گا؟

(۷) مطلق بعض غیب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات کے لئے ہونا آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟

(۸) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کل غیوب غیر متناہیہ کا علم مانتے ہیں یا بعض کا؟

(۹) قرآن وحدیث کے محاورات میں غیب کس کو کہتے ہیں؟

(۱۰) حق تعالیٰ اور اس کی واحدانیت غیب میں ہے یا شہادت میں؟

(۱۱) مولوی احمد رضا خان صاحب نے الدولۃ المکیۃ میں تسلیم کیا ہے کہ ہر مومن کو بعض غیوب کا علم تفصیلی حاصل ہے۔ اور ملفوظات سے میں مصر کے اُس گدھے کا قصہ نقل کرچکا جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ اب بتلائیے کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے ہر مومن کو اور مصر کے اُس صاحبِ کشف گدھے کو "عالم الغیب" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۲) کہیں قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں حضور کو "عالم الغیب" کہا گیا ہے یا نہیں؟ یا کسی صحابی یا کسی تابعی یا امت کے کسی مسلّم امام نے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر "عالم الغیب" کا اطلاق کیا ہے یا نہیں؟

سرِدست یہ صرف ایک درجن سوال ہیں اگر آپ نے ان کا صاف صاف جواب دے دیا تو انشاء اللہ بہت آسانی سے ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ ہوجائیگا

اور فیصلہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہوگا۔ بس ضرورت اس کی ہے۔ کہ آپ ان سوالوں کے صاف صاف جواب دیدیں اور تقیہ سے کام نہ لیں۔

اس کے بعد میں آپ کے اُس سنگین جُرم کی طرف آپ کو پھر توجہ دلاتا ہُوں جو آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر کیا ہے۔ آپ یا کھلے لفظوں میں اس سے توبہ کیجئے یا اُن اعتراضات پر مستقل مناظرہ کرنے کے لئے ابھی وقت مقرر کیجئے۔ میں آپ کے اِس جرم کو کبھی ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ کا وُہ حملہ مجھ پر نہیں تھا بلکہ براہِ راست اسلام پر تھا۔ آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھا۔ اِس لئے کہ پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہ مجھ پر تھے نہ میرے کسی بزرگ پر تھے۔ بلکہ اسلام اور تعلیمات جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ تھے۔ آپ نے اُن ناپاک اعتراضات کو معقول تبلا کر تمام مسلمانوں کا دِل دکھایا ہے۔ اِس لئے مسلمان آپ کے اس جرُم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے۔ آپ اگر میری ذات پر حملہ کریں تو میں برداشت کر سکتا ہُوں۔ میرے ماں باپ میرے اکابر یا اساتذہ پر حملے کریں میں ان کو بھی ایک حد تک برداشت کر سکتا ہوں آپ مجھ کو جسمانی تکلیف پہنچائیں میں اس پر بھی صبر کر سکتا ہوں۔ لیکن دینِ مقدس اور حضور سرورِ عالم کی ذاتِ اقدس پر کوئی حملہ ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ دُنیا بھر کے دُشمنانِ اسلام کو ہمارا کھُلا اعلان ہے ؎

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے

ہذا میں پھر مکرر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یا اپنے اِس سنگین جُرم سے توبہ کیجئے

یا ابھی اس کے لئے مناظرہ کا وقت مقرر کیجئے۔ اور جو اعتراضات مذہب مقدس پر پنڈت گوپی چند نے کئے تھے جن کو آپ نے "نہایت معقول" کہا ہے ان کی نامعقولیت بھی دیکھ لیجئے۔

مولوی سردار احمد صاحب۔ حضرات! پہلے زمانہ میں کافر بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ کبھی کسی غیر مسلم کو یہ جراُت نہ ہوئی۔ کہ وُہ حضور کی ذاتِ پاک پر کوئی حملہ کرتا۔ مگر جب سے دیوبندی پیشواؤں نے حضور کی شان میں گستاخیاں کیں تو دُوسروں کو بھی اس کی جراُت ہو گئی اگر پنڈت گوپی چند نے حضور پر اعتراضات کئے تو اس کی ذمہ داری بھی دیوبندیوں ہی پر ہے۔ راجپال اور نتھو رام نے جو کچھ کیا۔ وُہ بھی دیوبندیوں ہی کی دیکھا دیکھی کیا۔ آپ ہی لوگوں نے اس سے حضور کو گالیاں دلوائیں۔ ورنہ وُہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ حضور اقدس کی شان میں گستاخیاں کرنے کا دروازہ ہندوستان میں سب سے پہلے آپ کے امام طائفہ اسمٰعیل دہلوی نے کھولا ہے۔ یہ راجپال اور نتھو رام اور پنڈت گوپی چند سب اُنہیں کے مقلد اور آپ کے بھائی بند ہیں۔ دیکھیئے انہوں نے حضور کی شانِ اقدس و رفیع میں کس قدر شنیع گالیاں بکی ہیں۔

تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۷ پر ہے "جن کا نام محمد یا علی ہے وُہ کسی چیز کے مختار نہیں۔"

اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۶ پر ہے " پر رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

اسی کے صفحہ ۷۲ پر ہے۔ "جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو اِن معنٰے کر ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے۔"

اور اسی کے صفحہ ۶۳ پر ہے۔ "سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں" اسی کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے

اسی کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے "ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار" پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ "ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان"

اسی کے صفحہ ۲۵ پر انبیاء کرام وغیرہ کے متعلق لکھا ہے۔ "ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی" اسی کے صفحہ ۶۸ پر ہے۔ "انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے"

اور اسی صفحہ پر ہے۔ "اولیاء و انبیاء و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی"

اسی کے صفحہ ۹۶ پر لکھا ہے "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"

اسی کے صفحہ ۳۴ پر حضرات انبیاء کرام کی شان میں لکھا ہے۔ "اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے۔ کہ جب وہ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں"

اسی کے صفحہ ۳۵ پر ہے۔ "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے۔ کہ ایک آن میں ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے"

حضرات! یہ ہیں امام الوہابیہ کی گستاخیاں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی جناب میں۔ درحقیقت انہی کی وجہ سے راجپال اور نتھو رام اور دوسرے گستاخوں

کو یہ جرأت ہوئی اور میں تو کہونگا کہ جو آریہ یا عیسائی بھی حضور کی ذاتِ پاک پر حملہ کرتا ہے اس کی ذمہ داری دیوبندیوں پر ہی ہے۔ لہٰذا آریوں سے اگر سازش ہوسکتی ہے تو آپ کی نہ کہ ہماری۔ آپ اُلٹا ہم پر الزام رکھتے ہیں۔

آپ نے اِس تقریر میں بھی اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ عبارتیں پڑھی ہیں۔ بتلایئے ان میں "ایسا" کا لفظ کہاں ہے؟ اُن کی زبانِ مبارک سے کبھی ایسی ناپاک بات نہیں نکل سکتی۔ وُہ تو عشقِ رسول میں فنا تھے۔

آپ نے اپنی اِس تقریر میں اعلیٰحضرت کے وصیّت نامہ شریف کا بھی ذکر کیا ہے وُہ بالکل شریعت کے مطابق ہے۔ اس میں فاتحہ ہی کی تو وصیّت ہے۔ اس میں کیا حرج ہے؟ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیّت اپنے سُنّی بھائیوں کو کی ہے۔ آپ کا معاملہ تو یہ ہے "مر گئے مردُود فاتحہ نہ درود" اور اصل بات یہ ہے۔ کہ آپ کو یہ نفیس کھانے مِلتے نہیں۔ اس لئے آپ ان کے ذکر سے بھی چڑتے ہیں۔ آپ نے اِس مرتبہ جو بارہ[۱۲] سوال کئے ہیں وُہ بحث سے غیر متعلق ہیں۔ لہٰذا ان کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔

آپ نے جو تحریر لکھ کر بھیجی ہے۔ میں نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ آپ کو وُہ تحریر دینی ہوگی۔ جو میں نے طلب کی ہے۔ آپ یا میری تحریر پر دستخط کیجئے یا اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے۔ اور توبہ کیجئے۔ میں اس کے بغیر آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ بہت اِدھر اُدھر بھاگتے ہیں مگر میں آپ کو آگے سے ہلنے نہیں دونگا۔ میں کہتا ہوں حضور پُرنور اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن کے نام سے دنیائے وہابیت میں آگ لگتی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب - آپ یہ پیچھا چھوڑنے کا لفظ کئی دفعہ کہہ چکے ہیں اور اس کا دندان شکن دہان دوز جواب بھی پا چکے ہیں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی غیرتمند انسان ہوتا تو اس جواب کے سُن لینے کے بعد کبھی زبان پر یہ لفظ نہ لاتا۔ آپ تو بقولِ خود گھُٹتے ہیں مولوی احمد رضا خانصاحب کے میں نے تو اُن کے فرزند اکبر اور آپ کے آقائے نعمت (مولوی حامد رضا خان صاحب) کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ میری رجسٹریاں اُن کے پاس جاتی ہیں۔ وُہ وصُول کر لیتے ہیں۔ مگر جواب دیتے ہُوئے بخار چڑھتا ہے۔ آپ ذرا اُن کے دِل سے تو پُوچھئے۔ کہ منظور کے مناظرانہ واروں نے کیا حال کر رکھا ہے۔ آج بحمداللہ منظور کے حقانی نعروں سے بریلی کی فضا گونج رہی ہے۔ حامیانِ باطل کے دِل لرز رہے ہیں۔ اور جو کفر و تکفیر کے علمبردار اس دُنیا سے گذر گئے۔ اگر دیدۂ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جبکہ میں آپ کے مرکزِ جامعہ رضویہ میں حق کا جھنڈا لئے کھڑا ہوں اور رضاخانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں اُن کی قبروں میں کیسی واویلا مچ رہی ہے۔ اور اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ درحقیقت یہ صرف آپ ہی کی غیرت ہے

"ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

میں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب "الدولۃ المکیہ" اور اُن کے ملفوظات سے اُن کی چند عبارتیں پیش کی تھیں۔ اور ثابت کیا تھا کہ خانصاحب کے عقیدہ میں "ہر مومن بلکہ ہر انسان بلکہ گدھے جیسے حیوانات بلکہ تمام نباتات اور جمادات کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ہوتا ہے۔" اس کے جواب میں آپ نے پھر فرمایا ہے۔ کہ خانصاحب کی اِن عبارات میں "ایسا" کا لفظ نہیں ہے۔

حالانکہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف یہ ہے۔ کہ ان عبارات سے یہ مضمون ثابت ہے۔ الفاظ کے متعلق میرا دعویٰ نہیں اور نہ صرف لفظوں سے بحث ہے۔ اصل چیز تو مضمون ہے۔ ہاں اگر آپ اس کا اقرار کر لیں کہ حفظ الایمان کا مضمون صحیح ہے۔ اور صرف اس کے الفاظ پہ ہم کو اعتراض ہے۔ تو پھر انشاءاللہ خاص اُن الفاظ کا ثبوت بھی دیا جائے گا۔

میں نے اپنی تقریر میں بارہ[۱۲] سوال پیش کئے تھے اور عرض کیا تھا کہ اگر آپ ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیں تو انشاءاللہ بہت جلد میں خود آپ کی زبان سے اقرار کرا لوں گا کہ حفظ الایمان کی عبارت صحیح اور بے غبار ہے۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ سوالات مبحث سے خارج ہیں۔ درحقیقت یہ نہایت آسان جواب ہے کہ جس بات کا جواب نہ آئے یا نہ دینا ہو اس کو یہ کہہ دیا کہ خارج از بحث ہے۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ نے بلاوجہ اس بحث کو طول دیا۔ اور خواہ مخواہ آپ تین دن سے الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے اس وقت تک جتنی باتیں بھی کہی ہیں آپ ان سب کے جواب میں یہی فرما دیتے کہ یہ خارج از بحث ہیں۔ پھر تو بڑی آسانی سے اور بہت جلدی آپ کی چھٹی ہو جاتی۔ فیصلہ حاضرین خود کرتے رہتے۔

خدا کے بندے کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کر دیا یہ کچھ ضروری ہے کہ ہر بات بے تکی ہی کہی جائے۔ کیا ان بارہ سوالوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کو مبحث سے بے تعلق کہا جا سکے۔؟

آپ نے اس تقریر میں پھر مجھ سے تحریر کا مطالبہ کیا ہے۔ مجھے رہ رہ کر آپ کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہوتی ہے۔ میں ابھی ابھی اس مجمع کے سامنے

بعینہٖ حفظ الایمان کے الفاظ میں تحریر پیش کر چکا۔ اور یہ بھی عرض کر چکا کہ آپ جس تحریر پر دستخط کرانے چاہتے ہیں اُس کے الفاظ خود آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ حفظ الایمان میں وُہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ پھر اسی کا مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ اچھا اب میں کہتا ہُوں کہ پہلے آپ یہ تسلیم کر لیجئے۔ کہ "حفظ الایمان" کے الفاظ میں توہین نہیں ہے۔ کیونکہ وہی الفاظ بعینہٖ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیئے ہیں۔ اور انہی پر اصل بحث ہے اس کے بعد میں آپ کی پیش کردہ تحریر کے متعلق بھی عرض کر دُنگا۔

آپ نے اپنی پہلی تقریر میں مولنٰا احمد رضا خان صاحب کا حال بیان کیا تھا کہ انہوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ میں نے لوگوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے یا مرغن کھانوں کے؟ اُن کے وصایا میں سے فاتحہ نامہ پڑھ کر سنایا۔ کہ وُہ مرغ بریانی، مُرغ پلاؤ۔ بکری کے شامی کباب۔ اُرد کی پھریری دال۔ پراٹھے۔ بکری کا قورمہ، سوڈے کی بوتل۔ سیب اور انار کا پانی وغیرہ وغیرہ یاد کرتے ہوئے اس دُنیا سے گئے۔ اِس فاتحہ نامہ کا پڑھ دینا کوئی گالی نہیں تھی۔ لیکن نہ معلوم کہ آپ کے کیوں اس سے آگ لگ گئی۔ اور آپ نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ "مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درودٗ" میں اِس قسم کی لغو باتوں کا عادی نہیں ہُوں۔ لیکن اگر آپ سُننا چاہیں تو اس کے جواب میں عرض کر سکتا ہوں۔

مرگئے مردُود از فاتحہ چہ سُود

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ چونکہ منظور کو یہ نفیس کھانے نہیں ملتے اس لئے وُہ

ان کے نام سے چڑ تک ہے۔ یہ چڑنے کی بات تو غلط ہے لیکن یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ منظور کو یہ کھانے نہیں ملتے۔" واقعی ان میں سے بعض کھانے تو شاید میں نے عمر بھر دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ میں تو نہایت تنگی اور عسرت کے ساتھ رُوکھی پھیکی کھا کے گذارا کرتا ہوں۔ اور اگر کسی وقت بالکل نہ ملے جب بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اس فاقہ کشی پر نازاں ہوں۔ کیونکہ یہ میرے آقا کی سُنّت ہے۔ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں۔ "الفقر فخری" فقیری میں میرے لئے فخر ہے۔" جو چیز ہمارے آقا و مولا کے لئے باعثِ فخر ہو وہ ہمارے لئے صد ہزار بار مایۂ فخر و ناز ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔ ما شبع آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز الشعیر مذ یومین متتابعین (حضور کے اہل بیت کبھی جَو کی روٹی سے بھی دو دِن متواتر شکم سیر نہ ہوئے)

تو جناب! ہم تو اُن آقا کے غلام ہیں جو کبھی عُمر میں دو دِن جَو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہ ہوئے، جو بھوک میں شکم مبارک پہ دو دو پتھر باندھا کرتے تھے۔ جو ریشمی قالینوں یا مخملی گدّوں پر نہیں بلکہ بطحا کی کنکریوں پہ بیٹھا کرتے تھے۔ جو اونچی اونچی مسہریوں پر نہیں بلکہ ٹوٹی پھوٹی چٹائی پر رات گذارا کرتے تھے۔ کہ بعض اوقات جسدِ اطہر پہ بوریئے کے نشان پڑ جاتے تھے۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فقیرانہ زندگی ہم کو مبارک۔ اور آپ کے اعلیٰحضرت کے انڈے۔ پراٹھے، مُرغ پلاؤ، بکری کا قورمہ، اور شامی کباب، آئس کریم، اور فیرنی، اُڑد کی بھریری دال مع گرم مصالحہ و ادرک۔ اور گوشت بھری کچوریاں۔ اور پھر ان سب کے ہضم کرنے کے لئے سوڈے کی بوتل۔ یہ تمام چیزیں آپ کو مبارک،

آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی جس سے مسلمانوں کے دِل دُکھے۔ اور جس پر میں نے احتجاج کیا۔ اور آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی بجائے اس کے کہ آپ اس سے توبہ کرتے۔ آپ نے اس کے جواب میں راجپال اور نتھو رام جیسے خبیث باطنوں کی حمایت شروع کر دی۔ آپ اُن کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے جو کچھ کیا دیوبندیوں کی دیکھا دیکھی کیا۔ اور اُن ناپاک رُوحوں کو آپ اس درجہ بے قصور ثابت کرتے ہیں۔ کہ اُن کی ملعون گستاخیوں کی ذمہ داری بھی ان پر نہیں بلکہ دیوبندیوں پر رکھتے ہیں۔ آپ کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔ اللہ اللہ! ایک غازی علم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم تھے۔ جنہوں نے ان دریدہ دہن گستاخوں کو جہنم میں پہنچایا اور خود اپنے آقا اور مولا پر قربان ہو گئے اور ایک آپ ہیں کہ اُن بدکرداروں کو بے قصور ثابت کر رہے ہیں۔ اور اس پر دعویٰ ہے عشقِ رسُول کا۔ پھر یہ کس قدر شرمناک بُہتان ہے۔ کہ دیوبندی حضرات نے حضور اقدس کی شانِ پاک میں یہ گستاخیاں کرائیں۔ آپ کا یہ افترا ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ آج کوئی رافضی کہنے لگے کہ جس قدر عیسائی یا پنڈت حضور کی توہین کرتے ہیں۔ اُن سب کے ذمہ دار (معاذ اللہ تعالےٰ) حضرت عمرؓ ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے حضور کی شان میں گستاخی کی۔ اور آپ کو ہذیان گو تبلایا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ عشقِ نبوی کے مدعی ہیں۔ بتلایئے کہ راجپال ایجی ٹیشن میں آپ نے کیا حصہ لیا؟ [۱] اور

---

[۱] یہ تو ماضی کا ذکر تھا۔ دورِ حاضر کی تحریک ختم نبوت میں انکی عدم شرکت اور لاتعلقی کسی تعارف کی محتاج نہیں جبکہ پوری کی پوری اُمتِ مسلمہ علمائے کرام پیرانِ عظام سے لیکر عوام الناس تک دورِ ابتلا میں گذری تھی لیکن مولوی صاحب موصوف راجپال ایجی ٹیشن کی طرح ان دنوں بھی حسین وجمیل حجروں میں خلوت نشین رہے۔ (ناشر)

کیا قربانی پیش کی؟ کون اس سلسلہ میں جیل خانوں میں گیا؟ آپ گھر بیٹھے آرام سے گوشت بھری کچوریاں اور بکری کے شامی کباب کھاتے رہے۔ فرینی۔ اور سوڈا واٹر اڑاتے رہے اور جیل خانوں کو آباد کیا دیوبندیوں نے۔ میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ خاص راجپال ہی کے معاملہ میں ہماری جماعت کے محترم بزرگ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو تین سال کی قید ہوئی۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے بھی کوئی صاحب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کی حفاظت کے لئے کبھی دو چار منٹ ہی کے واسطے جیل خانے گئے۔ یا آپ صرف حلوے پراٹھے کھانے کے لئے عاشق رسول ہیں؟

آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے جو چند عبارتیں پیش کی ہیں اُن میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے۔ تفصیلی اور تحقیقی جواب تو انشاء اللہ ان کا اس وقت عرض کرونگا جب ان کی بحث آئے گی۔ اور حسام الحرمین کی چار بحثوں کے بعد انشاء اللہ تقویۃ الایمان کی انہی عبارات پر بحث ہوگی۔ اس وقت بعونہ تعالیٰ ان عبارتوں کے متعلق میں آپ کی چوری دکھاؤں گا۔ اور ثابت کرونگا کہ تقویۃ الایمان کی وُہ تمام عبارات جن میں قطع و برید کرکے آپ نے یہ حوالے دئے ہیں وُہ سب کتاب اللہ اور سُنّتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہیں۔ بلکہ اُن میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی گئی ہے[۱]۔

---

[۱] افسوس ہے کہ رضاخانیوں نے اپنی کشتی ڈوبتی دیکھ کر حفظ الایمان کی عبارت ہی پر مناظرہ کو ختم کردیا۔ اور عبارات تقویۃ الایمان پر بحث کی نوبت نہ آئی۔ اگر ناظرین روداد ان عبارتوں کا صحیح مطلب اور ان میں مولوی سردار احمد صاحب کی خیانت معلوم کرنا چاہیں تو

سرِ دست تو ان تمام عبارت کے متعلق صرف ایک مختصر بات عرض کرتا ہوں۔ لیکن ایسی فیصلہ کن کہ آپ بھی یاد ہی کریں۔ سُنئیے :۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ اِن عبارتوں میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سخت توہین ہے۔ بلکہ آپ کے نزدیک انہی عبارات نے راجپال اور نتھورام جیسے دریدہ دہنوں کو گستاخی کی جراٗت دلائی۔ اور یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ جس طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کرنے والا کافر ہے اسی طرح جو اس بدبخت کو کافر نہ کہے وُہ بھی کافر ہے۔ اگر ثبوت درکار ہو تو سُنیئے آپ کے اعلحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب تمہیدِ ایمان میں لکھتے ہیں۔ کہ

"تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرے۔ وُہ کافر ہے۔ اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے"

اور آپ کے یہ اعلحضرت حضرت مولنا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو (ان کی تمام کتابیں

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۲۷) وُہ خود تقویۃ الایمان ملاحظہ فرمائیں۔ وہیں ان کو وُہ آیات اور احادیث بھی مل جائیں گی جن کی ترجمانی ان عبارات میں کی گئی ہے۔ ۱۲

[شاہ شہید رحہ کی تکفیر اور اعتراضات کے جواب کیلئے (۱) حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور معاندین اہلِ بدعت کے الزامات از افادات حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (۲) شہید کی سچی باتیں از حضرت مولانا نور محمد صاحب کنز العلوم ٹانڈہ (۳) تذکارِ شہید۔ ماہنامہ الفرقان کا شاہ اسمٰعیل شہید نمبر ملاحظہ فرمادیں ۱۲ ۔ اس کا جدید ایڈیشن عنقریب نئے اسلوبِ نگارش سے پیش کیا جا رہا ہے۔ ناشر

بالخصوص تقویۃ الایمان کا لفظ لفظ دیکھنے کے باوجود) کافر نہیں کہتے۔ شہید مرحوم کے متعلق اسی تمہید ایمان صفحہ ۴۳ پر اُن کا فیصلہ یہ ہے۔

"اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔"

اور اسی تمہید ایمان صفحہ ۴۲ پر حضرت شہید مرحوم ہی کے متعلق لکھتے ہیں۔

"علماءِ محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے، وہو الجواب وبہ یفتیٰ وعلیہ الفتوٰے وہو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد" یعنی یہی جواب ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہو اور اسی پر فتوٰے ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے۔ اور اسی میں استقامت"

پس جو عبارتیں آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے پیش کی ہیں اگر آپ کے نزدیک اُن میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے تو مولوی احمد رضا خانصاحب شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے کافر ہوئے اور اگر توہین نہیں ہے تو آپ جھوٹے ہوئے۔ اب آپ کے لئے صرف دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ کھلے لفظوں میں آپ اقرار کریں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارات میں درحقیقت توہین نہیں ہے۔ اور میں نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان میں خیانت اور ناجائز قطع بُرید کی تھی۔ اور اگر آپ یہ اقرار نہ کریں اور ان عبارات میں توہین ہی بتلائیں تو پھر آپ کو اپنے اعلیٰحضرت کے کفر کا اقرار کرنا ہوگا۔ بہرحال جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اُس کو

مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر کا بھی اقرار کرنا پڑے گا ؎

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا

صیاد اپنے دام میں خود مبتلا ہونے کو ہے

دیکھی آپ حضرات نے شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت، جیسے ہی آپ نے ان کی عبارات میں خیانت کی۔ اور اُن کے متعلق لب کشائی کی خُدا نے آپ کے اعلحضرت کو صفائی کا گواہ بنا کر پیش کر دیا۔ وُہ فرمارہے ہیں کہ "میں ان کو کافر نہیں کہتا" اور علماء محتاطین کو چاہئے کہ وُہ بھی ان کو کافر نہ کہیں۔ اسی میں سلامتی ہے۔" اب فرمائیے کہ ان اعلحضرت کے متعلق کیا رائے ہے۔ اب یا ان کو بھی کافر کہیئے یا حضرت شہید مرحوم کی عبارات کو بے غبار مان کر اپنی خیانت اور فریب کاری کا اعتراف کیجئے۔ اس کے بغیر آپ کو چارہ نہیں ؎

عجب مشکل میں آیا سِینے والا جیب و داماں کا

جو یہ ٹانکا تو وہ اُدھڑا جو وُہ ٹانکا تو یہ اُدھڑا

مولوی سردار احمد صاحب۔ مولوی صاحب! یہ آپ نے بالکل غلط کہا کہ اعلحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے۔ اعلحضرت نے اسمٰعیل کے کفر پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ" ہے۔ اس میں دہلوی صاحب کے سینکڑوں کفریات لکھے ہیں۔ اور صاف لفظوں میں ان کو کافر لکھا ہے۔ آپ بالکل جھوٹ کہتے ہیں کہ اعلحضرت نے اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں لکھا، اور تمہید ایمان شریف کی جو عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں ان کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا۔ آپ اعلحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وُہ کتاب دیکھیئے جس میں ان عبارتوں

کا مطلب خود اعلیٰحضرت نے لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام "الموت الاحمر" ہے۔ جس کے معنے ہیں "سُرخ موت"۔ اور درحقیقت دیوبندیوں کے لئے وُہ سُرخ موت ہی ہے۔ اس کتاب نے دیوبندیت کو ذبح کر ڈالا ہے۔ اس میں آپ کی اس سب خرافات کا جواب موجود ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں میں ترجمانی ہے قرآن وحدیث کی توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بھلا قرآن وحدیث میں ایسی گستاخیاں ہو سکتی ہیں۔ قرآن تو بھرا پڑا ہے حضور کی مدح سے۔ اس کی ہر ہر سورۃ بلکہ ہر ہر آیت میں تعریف ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وُہ جا بجا خطبہ پڑھتا ہے حضور کی مدح کا۔ اس میں کس طرح حضور کی توہین ہو سکتی ہے۔؟

خیر تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں کی تو اس وقت بقول آپ کے بحث نہیں آپ حفظ الایمان ہی کی عبارت کو کسی ایک آیت سے ثابت کر دیجئے اور بتلائیے کہ وُہ کس آیت کا ترجمہ ہے۔ لیجئے میں اس عبارت کو پھر پڑھتا ہوں۔ (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھ دی۔ اور اس کے متعلق پھر وُہی تقریر کی جو وُہ پہلے بارہا کر چکے تھے اور مولٰنا محمد منظور صاحب سے مطالبہ کیا کہ اس عبارت کو آپ قرآن کریم سے ثابت کر کے دکھلائیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ)

آپ نے پہلے دعویٰ کیا تھا کہ حفظ الایمان کا مضمون اعلیٰحضرت کی کتابوں سے ثابت کر دونگا۔ مگر آپ ابھی تک ثابت نہ کر سکے بلکہ اس دفعہ تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ اعلیٰحضرت کی عبارات میں "ایسا" کا لفظ نہیں ہے۔ خدا نے خود آپ کے مُنہ سے حق بات نکلوا دی۔ ایسے ہی ان شاء اللہ تعالےٰ وشاء رسولہ آپ قرآن شریف

کے متعلق بھی اقرار کریں گے اور میں آپ سے اقرار کرا کے چھوڑوں گا۔ میں ادنیٰ غلام ہوں اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

آپ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ (مولانا حامد رضا خان صاحب) آپ کو جواب نہیں دیتے۔ تو وُہ آپ کو کیوں جواب دیں۔ آپ کو اُن سے مخاطبہ کا کیا حق ہے وُہ تو ہمارے آقا اور سردار ہیں۔ وُہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں۔ آپ کے لئے اُن کے خدام کافی ہیں۔ میں اُن کا ایک ادنیٰ خادم بلکہ ادنیٰ غلام ہوں میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے۔ سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کس طرح میرے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں آپ بہت بھاگنا چاہتے ہیں مگر بھاگ نہیں سکتے۔ اور نہ میں بھاگنے دُوں گا۔ بڑی مشکل سے تو آپ پھنسے ہیں، آپ کہتے ہیں کہ میں تمہارے گھر آیا ہوں۔ آپ یہ غلط کہتے ہیں ہم نے آپ کو زبردستی بلایا ہے۔ جس طرح آپ نے اپنے جلسہ میں پنڈت گوپی چند کو بلایا تھا۔ تو اس میں فخر کی کیا بات ہے؟

آپ تو اپنے گھر سے بس یہاں تک آئے ہیں مگر مجھے دیکھئے کہ میں پنجاب سے چل کر آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اور اس طرح پیچھے پڑا ہُوا ہُوں کہ میں آپ کی فکر میں پنجاب سے چلا راستہ میں مراد آباد پڑتا ہے اسی کے قریب کہیں سنبھل ہے میں وہاں آپ کی فکر میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وُہ یہاں سے بریلی بھاگ گئے ہیں تو میں وہاں سے آپ کے پیچھے پیچھے یہاں آیا ہوں اور میں نے یہاں آکر آپ کو پکڑ لیا ہے۔ اب میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اور یہاں سے جہاں بھی آپ جائیں گے وہیں میں جاؤں گا۔ اب آپ میرے پنجہ سے نہیں نکل سکتے۔"

مولانا محمد منظور صاحب۔ اس سے پہلے بھی بہت سے بے غیرتوں سے

مناظرہ کا اتفاق ہوا۔ مگر اس فن میں جو کمال آپ نے پیدا کیا ہے وُہ کسی میں نہیں دیکھا گیا۔ اور شاید آپ کی اسی خصوصیت کی وجہ سے آپ کے آقا صاحب (یعنی مولوی حامد رضا خانصاحب) نے آپ کو اس ڈیوٹی کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہاں کی تمام پبلک جانتی ہے کہ آپ مولوی حامد رضا خان صاحب کے مدرسہ میں نوکر ہیں۔ اور یہیں رہتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ کس قدر دلیری سے فرما رہے ہیں کہ میں تم سے مناظرہ کرنے کے لئے پنجاب سے آیا ہوں۔ اور اس پر یہ صریح اور سفید جھوٹ کہ میں سنبھل گیا تھا۔ وہاں سے بریلی آیا ہوں! معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے میں آپ اپنے ہموطن مرزا قادیانی سے بھی زیادہ بہادر ہیں۔ شاباش! پنجاب کے جوان شاباش!!

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجھ کو زبردستی بلایا ہے، "دروغ گویم بر روئے تو" اسی کا نام ہے۔ میرے پاس آپ کی یہ تحریر موجود ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ "میں منظور کا چیلنج قبول کرتا ہوں"[1]۔ اب فرمائیے کہ کس نے مناظرہ کے لئے منظور کیا؟

آپ فرماتے ہیں کہ "تجھ کو مولوی حامد رضا خان صاحب سے مخاطبہ کا حق نہیں وُہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں"۔ یہ عذر جب کیا جا سکتا تھا جبکہ لاہور میں وُہ مجھ کو اپنا مخاطب نہ تسلیم کر چکے ہوتے۔ وہاں انھوں نے مجھؔ کو حضرت حکیم الامت کا وکیل ہونے کی حیثیت سے اپنا مخاطب تسلیم کر لیا۔ اور مجھؔ سے مناظرہ کرنے کے لئے مولوی حشمت علی صاحب کو اپنی طرف سے وکیل بھی نامزد

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸ ناشر

کر دیا اور مجھ کو اس کی تحریر بھی دیدی۔ جو میرے پاس بحمداللہ محفوظ ہے۔ لہٰذا یہ عذر تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

رہا یہ کہ وُہ آپ کی جماعت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں تو ہُوا کریں میں اپنی جماعت کا ایک ادنیٰ درجہ کا خادم ہُوں اور سب سے چھوٹا ہوں۔ مگر میری جماعت نے آپ کے سب سے بڑے بزرگ کے مقابلہ کے لئے میرا انتخاب کیا ہے۔ اِس لئے مجھ کو اُن سے مخاطبہ کا جائز حق حاصل ہے۔ پھر جیسے کچھ وُہ بزرگ ہیں میں خوب جانتا ہُوں میں اُن کی ہسٹری سے اچھی طرح واقف ہُوں۔ مجھے بدایوں کے رنگین واقعات بھی معلوم ہیں۔ ع۔ من خوب مے شناسم پیران پارسا را"

مگر افسوس یہ ہے کہ مقابلہ میں وُہ خود موجود نہیں ہیں اُن کی عدم موجودگی میں اُن کی رنگین زندگی کا تذکرہ میں کچھ اچھا نہیں سمجھتا ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در مجلسِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

آپ نے گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی اس کی دار و گیر سے بچنے اور خلط مبحث کرنے کے لئے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے چند عبارتیں نہایت شرمناک خیانت اور ناجائز قطع و برید کر کے آپ نے پیش کیں۔ لیکن جب میں نے حضرت شہید کی طرف سے خود آپ کے اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کو گواہی میں پیش کر دیا۔ اور حضرت شہید مرحوم کے کافر نہ ہونے کے متعلق "تمہید ایمان" سے خان صاحب کا فیصلہ پڑھ کر سُنا دیا تو کمال حیاداری کے ساتھ آپ فرماتے ہیں کہ "یہ بالکل جھُوٹ ہے کہ اعلیٰحضرت اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے تھے"۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا الیہ راجعون۔ سچ ہے

"بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن"

حاضرین کرام! پھر شہید مرحوم کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب کا فیصلہ سُنیں۔ اور مولوی سردار احمد صاحب کی حیاداری کی داد دیں۔ (اس کے بعد مولٰنا نے تمہید صفحہ ۲۲ و صفحہ ۲۴ سے پھر وُہی دو نو عبارتیں پڑھ کر سُنائیں۔ جو اس سے پہلے مولٰنا سُنا چکے تھے۔ جن میں صاف تصریح ہے کہ "میں امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر حکم نہیں کرتا۔" اور علماء محتاطین ان کو کافر نہ کہیں۔ یہی ٹھیک ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔" ان دو نو عبارتوں کو پڑھنے کے بعد مولٰنا نے فرمایا کہ) حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ کھُلا فیصلہ ہے اور سیدھی سادی اُردو زبان میں ہے مگر مولوی سردار احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اِن عبارتوں کا تُو نے مطلب نہیں سمجھا۔ اِن کا صحیح مطلب اعلحضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھا ہے۔

ماشاءاللہ یہ بھی آپ کی ایک نئی ادا ہے۔ جس بات کا جواب نہ آیا بس اس کے متعلق کہدیا کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں دیکھ لو ہمارے اعلحضرت نے اس کے جواب میں ایڈی ایڈی موٹی کتابیں لکھ دی ہیں۔ حضرت! اگر ایسا ہی مناظرہ کرنا تھا تو یہاں تشریف ہی کیوں لائے تھے گھر ہی سے کہلا بھیجا ہوتا کہ ہمارے اعلحضرت کے فلانے فلانے رسالے دیکھ لو۔ اُن میں تمہاری سب باتوں کے جواب لکھے ہُوئے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ آپ سمجھے تھے کہ مناظرہ کرنا بھی تعویذ گنڈے کرنا یا مولود پڑھنا ہے۔ منظور سے مناظرہ کر کے ہم بھی مناظر مشہور ہو جائیں گے۔ یہ خبر نہ تھی کہ وہاں جا کر آیا ادایا بھی بھُول جائے گا۔
اب تو آپ جی جی میں مولوی حامد رضا خان صاحب کو خوب کوس رہے ہوں گے کہ مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا ہے

اس کشمکشِ دام سے کیا کام تھا مجھے

اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو!

مگر بات یہ ہے کہ آپ اُن کے ملازم ہیں نوکری کے پیسے حلال کرتے ہیں۔ آپ نے بڑے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اعلحضرت نے "الکوکبۃ الشہابیہ" میں مولنا شہید کو کافر لکھا ہے:۔ اگر یہ بات آپ کسی ایسے شخص کے سامنے کہتے جس نے "کوکبہ شہابیہ" نہ دیکھی ہوتی تو وہ شاید آپ کے دھوکہ میں آجاتا۔ لیکن آپ اس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جس نے آپ سے زیادہ آپ کے اعلحضرت کی کتابوں کو کھنگالا ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

سُنیئے اسی کوکبۂ شہابیہ کے آخر میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ مذہب مختار یہی ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے۔ اس کے آخری صفحہ پر خانصاحب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کفّ لسان (یعنی کافر کہنے سے زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب" واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم " انہی الفاظ پر "الکوکبۃ الشہابیہ" ختم ہے۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید مرحوم کی زندہ کرامت کہ جس کتاب کو آپ نے اُن کے کفر کی دستاویز سمجھا تھا اُسی سے اُن کا اسلام ثابت ہوگیا۔ بہرحال حضرت شہید مرحوم تو فی الحقیقت اور آپ کے اعلحضرت کے بیانات سے مسلمان رہے۔ لیکن اب ذرا اپنے اعلحضرت کی خبر لیجیئے وہ کہاں پہنچے۔

یہ تو نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے ؛" اور یہ بھی میں خانصاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر چکا ہوں کہ جو شخص حضور کی توہین کرے اس کو کافر نہ کہنے والا بھی باجماع مسلمین کافر ہے۔" اور آپ کے نزدیک مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ حضور کی توہین کی بلکہ انہوں نے ہی توہین نبوی کا دروازہ کھولا ؛ لہٰذا مولوی احمد رضا خان صاحب کسی دوسرے کے نزدیک کافر ہوں یا نہ ہوں لیکن آپ کے نزدیک حضرت مرحوم شہید کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے ضرور ربالضرور کافر ہوئے۔ اور اگر آپ ان کو کافر نہ مانیں تو انہیں کے اصول سے آپ بھی کافر ہوئے۔ دیکھی آپ نے حضرت شہید ملت اور حضرت حکیم الامت کی کرامت، آپ اُن کو کافر ثابت کرنا چاہتے تھے اور خود مع اپنے اعلٰحضرت کے اقراری کفر کی دلدل میں پھنس گئے۔ دیکھا آپ نے مجرم یوں اپنے اقرار سے پکڑے جاتے ہیں۔ اصلی کافروں کا کفر اس طرح ثابت ہوتا ہے۔ مناظرہ اس کو کہتے ہیں کہ جو وار ہو جگر سے پار ہو؛

کیا ہے کوئی بدعت کا فرزند کہ حضرت شہید کو کافر کہنے کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان ثابت کر سکے۔ اذن عام ہے آئے جس کا جی چاہے۔ آپ نے اس مرتبہ مجھ سے حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآنِ عزیز سے مانگا

ؔ بلکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کوکبہ صفحہ ۳۱ و ۳۴ پر اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا وُہ خود اپنے اقرار سے کافر ہوئے۔ اس مبحث کی پوری تفصیل "آئینۂ رضاخانیت میں ملاحظہ ہو۔ ۱۲

ہے۔ جزاک اللہ۔ اب ذرا حاضر حواس ہو کر قرآن عزیز سے ثبوت سُنیئے۔ یہ میں پہلے تبلا چکا ہوں کہ حفظ الایمان کے اس مضمون کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ اور وہی درحقیقت حضرت مولانا تھانوی کی اس دلیل کے دو اہم جزو ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہیں تھا،

پہلی بات کا ثبوت قرآن عزیز سے سُنیئے:۔

وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم ٥

"تمام چیزیں اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد کرتی ہیں۔ مگر تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے"

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر کہ حق تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح و تقدیس بغیر خدا کی معرفت کے ممکن نہیں۔ لہٰذا اس آیت سے ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کائنات کی ہر چیز کو حق تعالےٰ اور اس کی صفات قدسیہ کا علم ہے۔ اور یہ میں آپ کے اعلیٰحضرت کی تصریح سے ثابت کر چکا ہوں کہ حق تعالیٰ عزاسمہ اور اس کی صفات غیب سے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات وجمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے۔ اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جُزو ہے۔

دُوسرا جزو یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے۔ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم سے سُنیئے!

پہلی آیت۔ قل لا اقول لکم (اے ہمارے رسول) آپ کہدیجئے کہ

عندی خزائن اللہ ولا اعلم
الغیب ولا اقول لکم انی ملک
(سورہ انعام رکوع ۴)

نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدائے تعالےٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

(دوسری آیت) قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ماشاء اللہ ط ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (اعراف ع ۲۲)

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذاتِ خاص کے لئے (بھی) کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا۔ لیکن جو خدا چاہے اور اگر میں تمام غیبوں کو جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا۔ اور کوئی برائی مجھے نہ چھوتی۔"

(تیسری آیت) قل انما الغیب للہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین ۰ (یونس ع۲)

آپ فرما دیجئے کہ سب غیب (کا علم) خدا ہی کے لئے ہے سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں"

(چوتھی آیت) وللہ غیب السمٰوٰت والارض والیہ یرجع الامر کلہ (ہود)

اور آسمان وزمین کے سب غیوب کا علم بس خدا ہی کو ہے۔ اور تمام امور اسی کی طرف لوٹیں گے۔

(پانچویں آیت) لہ غیب السمٰوٰت والارض ابصر بہ واسمع (کہف ع ۴)

صرف اسی کو ہے آسمان و زمین کے کل غیب کا علم، وہ کس قدر بصیر اور کتنا سمیع ہے،

(چھٹی آیت) وللہ غیب السمٰوٰت والارض وما امر الساعۃ الا کلمح البصر او ھو اقرب (سورہ نحل ع ۱۱)

اور آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا۔ جیسے آنکھ جھپکنا۔ بلکہ اس سے بھی جلدی۔

یہ چھ آیتیں ہیں جو ببانگِ دہل اعلان کر رہی ہیں۔ کہ کل غیوب کا علم صرف حق تبارک و تعالیٰ کو ہے مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔

وقت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعد میں انشاء اللہ اور آیات بھی پیش کروں گا۔ آپ نے قرآن کریم سے ثبوت طلب کر کے حق و صداقت کے ساز کے اس تار کو چھیڑ دیا ہے جو اب کم از کم ایک سو آیات پیش کر کے دم لے گا۔

واللہ ولی التوفیق۔

مولوی سردار احمد صاحب۔ مولوی صاحب آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ یہاں کوئی آپ کے دھوکہ میں نہیں آئیگا۔ قادیانی بھی جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو آیتیں ہی پڑھا کرتے ہیں۔ رامچندر آریہ بھی مناظرہ میں قرآن شریف پڑھا کرتا ہے۔ ایسے ہی آپ بھی قرآن شریف پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ بتلائیے کہ ان آیتوں میں سے کس آیت کا ترجمہ ہے حفظ الایمان کی عبارت، آپ کے پاس مولوی اشرف علی کے ترجمہ کا قرآن شریف ہوگا آپ اسی میں دکھلا دیجئے کہ انہوں نے کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان والی عبارت لکھی ہو بھلا قرآن مجید میں یہ گستاخانہ مضمون ہو سکتا ہے وہ تو بھرا پڑا ہے حضور کی مدح سے۔ اس میں تو جابجا حضورِ اقدس کی تعریفیں ہیں۔ حضور کے علم غیب کے متعلق

اُس کا بیان یہ ہے:۔ وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما" اور اے محبوب ہم نے تم کو وُہ تمام غیب کی باتیں سکھلائیں جو تم نہیں جانتے تھے۔" دیکھیے اس سے حضور کا علم غیب کیسا صاف ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی ایک کیا ایسی ایسی سینکڑوں ہزاروں آیتیں حضور کی مدح میں موجود ہیں۔ وُہ تو حضور کے کمالات کا خُطبہ دیتا ہے۔ پھر آپ تھانوی صاحب کی گالیوں کا ثبوت بھلا قرآنِ پاک سے کس طرح دے سکتے ہیں، کیا دیوبندی دھرم میں قرآن بھی حضور کی توہین کرتا ہے

مولوی صاحب! آپ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر میرے پنجہ سے چھوٹ نہیں سکتے۔ میں بڑا کرا پنجابی ہوں آپ کو یا تو حفظ الایمان کے کفری مضمون سے توبہ کرنی ہوگی یا اس کا ثبوت دینا ہوگا۔ آپ ایسی بے محل بے موقع آیتیں مت پڑھیئے آپ سَو نہیں ایک ہی آیت ایسی پیش کر دیجئے جس سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہو۔ اور بس تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے میں اسی کو مان لوں گا۔ آپ اِدھر اُدھر مت بھاگیئے۔ قاعدہ میں مناظرہ کیجئے میں نے تو سُنا ہے کہ آپ بہت بڑے مناظر ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اصول مناظرہ کی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی ہے مولوی صاحب یہاں وعظ کہنے اور آیتیں پڑھنے سے کام نہیں چلے گا۔ آپ کو حفظ الایمان کے ملعون مضمون کا ثبوت قرآن سے دینا ہوگا۔ یا توبہ کرنی ہوگی۔ اس کے بغیر آپ کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ حاضرین حفظ الایمان کی اس ملعون کفری عبارت کو پھر سُن لیں وُہ یہ ہے۔

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق تقریباً وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بارہا کر چکے تھے۔ مرتّب)

مولانا محمد منظور صاحب - معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت شرافت اور غیرت کا جوہر تقسیم ہو رہا تھا اس وقت آپ کہیں سو رہے تھے۔ حاضرین دیکھ رہے ہیں اور آپ کا دل جانتا ہے کہ اس وقت آپ کس مصیبت میں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ بار بار مجھ سے فرماتے ہیں کہ "میں آپ کو چھوڑونگا نہیں، آپ میرے پنجے سے نکل نہیں سکتے"۔ اس وقت آپ کی مثال بالکل اس مچھلی کی سی ہے جو کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی تھی پہلے بہت کچھ تڑپی پھڑکی مگر جب رہائی سے مایوس ہو گئی تو نہایت شوخ چشمی سے شکاری سے کہنے لگی کہ "تو ہزار کوشش کر مگر میں تیرے جال کو چھوڑ نہیں سکتی۔ تو اب میرے قبضہ سے نکل نہیں سکتا۔ میں اب تیرے گھر تک جاؤں گی اور تیرا پیچھا نہ چھوڑونگی۔ شکاری اس کی ان باتوں پر ہنستا تھا۔ اسی طرح مجھے بھی آپ کی ان باتوں پر ہنسی آتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی گہر افشانی فرمائی ہے جس کا جواب میں بارہا دے چکا۔ میرے پاس اتنا بے کار وقت نہیں کہ میں ایک ہی بات کو بار بار دہرائے جاؤں آپ کو اگر کچھ اور یاد نہیں ہے تو آپ مجبور ہیں۔

میں نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں اب تک ساتے آیتیں پیش کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بتلاؤ کہ حفظ الایمان کی عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی علمی حلقہ میں بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ میرا یہ دعوےٰ نہیں کہ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ بلکہ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ اس کا مضمون قرآن کریم سے ثابت ہے۔ میں ثابت کر رہا ہوں سات آیتیں پیش کر چکا ادر

اب اور پیش کروں گا۔ آپ سے ہو سکے تو رد کیجئے۔ اور ثابت کیجئے کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کے زیر بحث مضمون کے دو اہم عنصر ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم (یعنی کسی نہ کسی غیب کی چیز کا علم) عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ جمیع غیوب کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا۔ پہلے جز کے ثبوت میں ایک آیت اور دوسرے کے ثبوت میں چھ صاف صریح آیتیں میں پیش کر چکا ہوں۔ اب اس سلسلہ کی دوسری آیتیں سنیئے۔

(ساتویں آیت) وعندہ مفاتح الغیب لایعلمہا الا ھو — اسی کے علم میں ہیں مفاتح الغیب نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی۔

(سورۂ انعام)

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "مفاتح الغیب" جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ پانچ چیزیں ہیں جو سورہ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں۔ یعنی ۱ قیامت کا وقت مخصوص۔ ۲ بارش کا ٹھیک وقت کہ کب نازل ہوگی۔ ۳ مافی الارحام۔ ۴ مستقبل کے واقعات۔ ۵ موت کا صحیح مقام۔ اس کے بعد سورہ لقمان کی وہ آیت بھی سنیئے۔

(آٹھویں آیت) ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔ وینزل الغیث و یعلم مافی الارحام وماتدری — یہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے۔ قیامت کا علم اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو (یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ

نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر o
(لقمان رکوع آخر)

بارش کب ہوگی) اور وہی جانتا ہے جو کچھ مادہ کے رحم میں ہوتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کریگا۔ اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مریگا۔ بہ تحقیق اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خمس من الغیب استاثر بھن اللہ فلم یطلع علیھن ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا
(تفسیر ابن کثیر)

یہ پانچ چیزیں غیب کی وہ ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ علام الغیوب نے اپنے لئے خاص کرلیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی ورسول کو"

(نویں آیت) قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون o (نمل ع ۵)

(اے ہمارے رسول) آپ فرما دیجئے کہ جتنی مخلوقات بھی زمین و آسمان میں موجود ہے (یعنی جن و انس اور فرشتے) کوئی بھی تمام غیب کو نہیں جانتا۔ مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور اس زمین و آسمان کی مخلوقات کو خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یعنی کسی مخلوق کو قیامت کا وقت معلوم نہیں)

(دسویں آیت) وعندہ علم الساعۃ

بس اللہ ہی کو ہے قیامت کا علم اور

والیہ ترجعون ٥ — تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤگے

(سورہ زخرف ع ۶)

"تلک عشرۃ کاملۃ" یہ دس آیتیں ہیں جن سے نہایت صفائی کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ کل غیوب کا علم حق تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں نہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو نہ کسی دوسری مخلوق کو اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا عنصر تھا۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ قرآنِ عزیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدح ہے یہ بالکل ٹھیک ہے۔ بیشک قرآن عزیز نے بہت سے مقامات پر کمالات بیان فرمائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ نہ آپ خدا ہیں نہ صفاتِ خداوندی میں شریک نہ خزائن قدرت کے مالک و مختار نہ آپ کو تمام غیوب کا علم ہے۔ لیکن چونکہ ایسا کہنا آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی توہین و تنقیص ہے اس لئے آپ کے اصول پر قرآن پاک میں (معاذ اللہ) ضرور حضور کی توہین ہے۔

آپ نے اس تقریر میں ایک آیت بھی پیش کی ہے۔ اس آیت بلکہ قرآن پاک کی ہر ہر آیت پر ہمارا ایمان ہے لیکن کل غیب کے علم کا ثبوت اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ "ہم نے آپ کو وہ علوم دیئے جو آپ نہیں جانتے تھے۔"

سو بیشک حق تعالےٰ نے لاکھوں بلکہ کروڑوں علوم عالیہ کمالیہ حضور کو ایسے عطا فرمائے جو آپ کو پہلے سے معلوم نہ تھے۔ بلکہ حضور کے تمام علوم شریفہ ایسے

ہی تھے ۔ آپ کے متعلق قرآنِ عزیز کا بیان ہے۔

ماکنت تدری ما الکتب ولا الایمان " | اے محبوب تم تو پہلے یہ بھی نہ جانتے تھے۔ کہ کتاب کیا ہے ۔ اور ایمان کیا چیز ہے ۔

بہر حال حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولا کو بے حد و بیشمار علوم عطا فرمائے۔ لیکن اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ اب خُدا کے خزانۂ غیب میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اس آیت میں یہ مذکور ہے ۔ بہر حال اس آیت اور ایسی تمام آیتوں پر ہمارا ایمان ہے ۔ لیکن ان سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا ۔ اور حفظ الایمان میں کل غیب کے علم کو ہی دلائل نقلیہ و عقلیہ سے باطل کہا گیا ہے ۔ آپ نے ایک آیت پیش کی تھی اس کا جواب میں عرض کر چکا۔ میں نے اس وقت تک گیارہ آیتیں پیش کی ہیں اُن کا جواب دیجئے ۔ صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلتا کہ قرآن قادیانی بھی پڑھا کرتے ہیں اور آریہ بھی ۔

اور جناب آپ نے اپنے اعلحضرت کے کفر کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا ۔ ذرا سنیئے خانصاحب کی رُوح اپنی قبر میں سے آواز دے رہی ہے کہ مجھے اس کفر کی دلدل سے نکالو! خدارا اس کی کچھ تو سنو، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کرو۔

اور غضب یہ ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہہ رہا وہ خود آپ کے اصُول پر کافر ٹھیرتے ہیں ،

مسلمانانِ بریلی ذرا اس پہلو پر بھی غور فرمائیں ۔ کہ اس مناظرہ میں حضرت حکیم الامت پر کفر کا دعویٰ کیا گیا ۔ مگر الحمد للہ اُن کے وکیل نے ان کو بری کر کے

دکھلا دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ اُن کی عبارت بے داغ ہے۔ اور اس کی تائید قرآنِ کریم کر رہا ہے۔ مگر اسی سلسلہ میں جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی تیار کئے ہوئے کُفر کے جال میں پھنس گئے۔ تو اب کوئی اُن کا روحانی یا صلبی فرزند اُن کے نکالنے کے لئے تیار نہیں۔ "کردنی خویش آمدنی پیش" اسی کو کہتے ہیں۔

مولوی سردار احمد صاحب۔ حضرات آپ دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میری باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ بس مسلمانوں کو دھوکہ ...... دینے کے لئے آیتیں پڑھے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب یہاں کوئی مسلمان آپ کی ان چالوں میں نہیں آسکتا۔ آپ تھانوی صاحب کی گستاخیوں اور سڑی گالیوں کا ثبوت قرآن سے دینا چاہتے ہیں ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن میں کہیں حضور اقدس کی توہین نہیں۔ قرآن تو ہر صفحہ میں خطبہ پڑھ رہا ہے حضور سراپا نور کے مدائح کریمہ کا۔ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھنے سے آپ کا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ آپ تھانوی صاحب کے کفر کا جواب دیجئے یا کھُلے لفظوں میں توہین کا اقرار کر کے توبہ کیجئے۔ میں آپ کو اپنے آگے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ آپ بڑے چالاک ہیں لیکن کسی پنجابی سے آپ کا واسطہ نہیں پڑا۔ آپ بتلائیے کہ تھانوی صاحب کی کفری عبارت کس آیۃ کا ترجمہ ہے۔ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ سے ثابت کر دیجئے مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ قیامت تک ثابت نہیں کر سکیں گے ؎

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے — یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

مولوی صاحب آپ کو بتلانا پڑے گا کہ تھانوی صاحب کی یہ کفری عبارت کہ "اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم تو ہر زید و

وعمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے ۔"

کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ آپ بتلائیے کہ قرآن شریف کی کس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضور کا سا علم ہر گدھے کُتّے ہر سوٗر بندر ہر چوہے بلی ہر مچھر پسّو ہر کیڑے مکوڑے اور ہر کٹیا کتا اور ہر بچھیا بچّا کو حاصل ہے ؟ آپ ذرا ایک آیت سے تو اس کو ثابت کر دیجئے ۔

اس کے بعد میں حضور کے علم غیب کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور پڑھ کر سُناتا ہوں ، قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے ۔ ونزّلنا علیك الکتب تبیاناً لکلِّ شئ ، اور اے محبوب ہم نے تم پر ایک ایسی کتاب مبین نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے ؛

دیکھیے اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں غیب و شہادت کی ہر چیز کا بیان ہے ۔ اور جب حضور پر وہ نازل ہوا تو اس کے ذریعہ سے حضور کو بھی تمام باتوں کا علم ہوگیا ۔ دیکھا آپ نے قرآن شریف کس طرح حضور کے علم غیب کا ثبوت دے رہا ہے ۔ مگر دیکھنے کے لئے ایمان کی آنکھ چاہیئے ۔ اور وہ دیوبندیوں وہابیوں کو کہاں نصیب ،

(مولوی سردار احمد صاحب کی اس تقریر پر مجلسِ مناظرہ ختم ہو گئی ۔ آج کے مناظرہ کی کیفیت خصوصیت کے ساتھ قابلِ دید تھی ۔ جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی ۔ حق کا غلبہ بہت نمایاں تھا ۔ اور تمام پبلک اس کو محسوس کر رہی تھی ۔ کہ فریقین میں شیر و بکری کا بھی تناسب نہیں ہے ۔ حتیٰ کہ مولوی سردار احمد صاحب اور اُن کے ساتھ کے تمام مقامی و بیرونی علماء کے چہروں پرشردوں

سے بھی یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اُن کے دِل کس قدر پژمردہ ہیں۔ پھر اسی یبوست زدہ اور افسردہ مُنہ سے مولوی سردار صاحب کی نقلیاں اور بھی زیادہ لُطف پیدا کر رہی تھیں۔ اور درحقیقت اسی چیز نے ان کو اس پر مجبور کیا۔ کہ کسی حیلہ بہانے سے مناظرہ کو درہم برہم کیا جائے۔ چنانچہ اگلے دِن انہوں نے کر ہی دیا)

مناظرہ کا چوتھا دِن

مولانا محمد منظور صاحب (بعد خطبہ مسنونہ) رب اشرح لی صدری و یسر لی امری، واحلل عقدۃً من لسانی یفقہو قولی ٥۔ حضراتِ گرامی! حفظ الایمان کی عبارت پر اس مناظرہ کا آغاز ہُوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک جو کارروائی ہوئی ہے آپ حضرات اس پر ایک سرسری نظر ڈال لیں۔ مولوی سردار احمد صاحب کا اعتراض یہ تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ اور اس اعتراض کی بنیاد "ایسا" کے لفظ پر تھی۔

میں نے آپ کے اس اعتراض کا بحمداللہ کافی شافی جواب دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں۔ اور اس میں زید و عمرو اور صبیان ومجانین اور حیوانات وبہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وُہ علم جو واقع میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔"

(۱) مولوی سردار احمد صاحب بار بار حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بیان کرتے ہُوئے "جیسا" کا لفظ بولتے تھے۔ کہ "جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو وغیرہ کو حاصل ہے۔

میں نے اُن سے مطالبہ کیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں یہ "جیسا" کا لفظ کہاں ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ کہ لفظوں میں مذکور تو نہیں مگر محذوف اور مقدر ہے۔" مگر جب میں نے ان کی اس لغو بات کا زبردست رَد کیا۔ تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۲) اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ "ایسا" اگر بغیر جیسا کے ہو جب بھی وہ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے"۔ میں نے ان کی اس بات کا بھی مدلّل رد کیا۔ اور بحمد اللہ محاورات اور لغت سے ثابت کر دکھایا کہ "ایسا" بغیر جیسا کے تشبیہ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پھر اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے"۔

(۳) میں نے ثابت کیا کہ حفظ الایمان میں لفظ "ایسا" سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ اور اُس کی دو صورتیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ "ایسا" کو بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں لیا جاوے۔ جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ہے ؎

اُس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
زنّار پر گمان ہے موجِ شراب کا

یا اُس کو "یہ" کے معنے میں لیا جاوے اور ثابت کیا کہ "ایسا" یہ کہ معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے[۱]

---

[۱] چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ وصلِ بتِ خود سر کی تمنا نہ کرینگے — ہاں ہاں نہ کرینگے کبھی ایسا نہ کریں گے

مگر مولوی سردار احمد صاحب ان میں سے کسی بات کو رد نہ کر سکے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

(۴) مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا تھانوی کے متعلق ایک مثال پیش کی کہ "اُن کو عالم کیوں کہا جاتا ہے کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے الخ میں نے اُس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں کھلا فرق دکھلایا۔ کہ کسی ذی علم شخص کو عرفاً اور شرعاً عالم کہنا درست ہے اور عالم الغیب کہنا نادرست۔ لہذا عالم الغیب کی مثال عالم سے نہیں دی جا سکتی۔ مولوی سردار صاحب اس کو بھی رد نہ کر سکے۔

(۵) پھر میں نے بتلایا کہ اس کی صحیح مثال 'رازق' اور رب العالمین' کا لفظ ہے۔ ان کا اطلاق بھی مخلوق پر نہیں ہوتا۔ اور اگر اِن الفاظ میں حفظ الایمان کی تقریر کی جائے تو توہین نہیں لازم آتی۔ اسی طرح "عالم الغیب" کے متعلق جب "ایسا" کلام کیا جاویگا تو توہین نہیں ہوگی۔

(۶) اس کے بعد آپ نے "قادر" کی مثال پیش کی اُس کا جواب بھی نہایت شافی دیدیا گیا اور بتلا دیا گیا کہ چونکہ حق تعالیٰ کو قادر کہا جاتا ہے اِس لئے اگر اس میں یہ تقریر جاری کی جائے تو استخفاف لازم آئے گا۔ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا۔ اِس لئے اگر اس میں یہ تقریر کی جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۷) و (۸) پھر آپ نے خلط مبحث کرنے کے لئے حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق دو خوابوں کا ذکر چھیڑا۔ لیکن جب میں نے اس میں آپ کی خیانت پکڑی اور آپ کے افتراء کا پُر زور رد کیا تو آپ اس کو بالکل ہی بھول گئے۔ اور اُس کے بعد آپ نے اُن خوابوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

(۹) شکایت (۲۰) پھر میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کے متعلق آپ سے بارہ سوال کئے۔ آپ نے قسم کھانے کو بھی اُن کا کوئی جواب نہیں دیا۔

(۲۱) پھر میں نے بتلایا کہ حفظ الایمان کی عبارت کے جس حصہ پر آپ کا اعتراض ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی حاصل ہے۔ اور اس کا اعتراف خود آپ کے اعلیحضرت کو بھی ہے پھر میں نے اس کے ثبوت میں اُن کی مشہور کتاب "الدولۃ المکیہ" اور ملفوظات سے کئی عبارتیں پیش کیں۔ اُن کا بھی آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۲۲) پھر آپ نے خلط مبحث کرنے کے لئے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ عبارتوں کے حوالے دئے۔ لیکن جب میں نے بتلایا کہ آپ کے اعلیحضرت شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے۔ اور اس کے ثبوت میں تمہید ایمان کی عبارات پیش کیں تو آپ اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے کہ اعلیحضرت نے "الکوکبۃ الشہابیہ" میں مولٰنا شہید کو کافر لکھا ہے۔ اور تمہید الایمان کی عبارتوں کا مطلب اعلیحضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھ دیا ہے۔ لیکن جب میں نے ثابت کیا کہ "کوکبہ شہابیہ" ہی میں آپ کے اعلیحضرت نے آخری فیصلہ شہید مرحوم کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اُن کو کافر نہ کہنا ہی مذہب مختار اور مرضی و مناسب ہے اور بتلایا کہ تمہید ایمان کی عبارتوں کا مطلب صاف ہے وہ کسی شرح کا محتاج نہیں۔ کہ الموت الاحمر میں اُن کا مطلب دیکھا جائے۔ اور نہ مناظرہ کا یہ اصول ہے۔ کہ فریق مقابل کی کسی بات کے جواب میں کہا جائے۔ کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہُوا ہے۔ تم اس کو دیکھ لینا۔ تو آپ ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۲۳) آپ نے پنڈت گوپی چند کے کافرانہ اعتراضات کو معقول بتلا کر اسلام پر

سخت ترین حملہ کیا اور جب میں نے آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی تو اس کے جواب میں آپ نے راجپال اور نتھورام جیسے دریدہ دہن اور ننگِ انسانیت گستاخوں کو بے قصور بتلایا۔ اور اُن کی گستاخیوں کا ذمہ دار اُن کو نہیں بلکہ دیوبندیوں کو ٹھیرایا گویا اُس پہلے جُرم سے توبہ کرنے کی بجائے آپ نے یہ دوسرا سنگین جُرم کیا اور اُن دشمنانِ اسلام کی حمایت کر کے مُسلمانوں کے دِل دُکھائے۔ لیکن میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود نہ ابھی تک آپ نے ان سنگین جُرموں سے توبہ کی نہ گوپی چند کے ان اعتراضات پر مناظرہ کرنے کے لئے کوئی وقت ہی مقرر کیا لہٰذا میرا یہ مطالبہ بھی ابھی تک علیٰ حالہ قائم ہے۔

(۳۴) لغایت (۳۴) آپ نے کل حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآنِ عزیز سے طلب کیا۔ چنانچہ میں نے اس کے مضمون کی تائید میں گیارہ آیتیں پیش کیں۔ جن میں سے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

(۳۵) پھر آپ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل غیوب کا علم ثابت کرنے کے واسطے آیت کریمہ وعلمك ما لم تکن تعلم پیش کی۔ میں نے اُس کا صحیح مطلب بیان کیا اور ثابت کر دیا کہ اس سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔ گویا کل تک میرے پینتیس مطالبے آپ کے ذمہ قرض رہے۔

(۳۶) آپ نے کل اپنی آخری تقریر میں کل علمِ غیب کے ثبوت میں آیۂ کریمہ ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیٔ بھی تلاوت فرمائی تھی۔ اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں کل شئے سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں اور انسان کو نجاتِ اُخروی کے لئے جن کی ضرورت ہو۔ اور اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ دین کی تمام

ضروری باتیں قرآنِ کریم میں بیان کردی گئی ہیں۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ قرآنِ عزیز میں ہر مکھی مچھر اور مچھلی مینڈک کی سوانح عمری بھی درج ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ عام مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو انشاءاللہ تعالیٰ اِس کے متعلق مفسرین کی وُہ عبارات بھی پیش کرونگا۔ ؎

(۷۳) اس کے بعد میری طرف سے ایک نئی دلیل اور سُنئیے وما یعلم جنود ربّک اِلّا ھُو "اور خُدا کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا" مع اس آیت کے اب آپ کے ذمّہ میرے سینتیس مطالبے ہیں اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں تو میں اُوپر کے سات معاف کرتا ہُوں۔ آپ صرف تیس کا جواب دیدیجئے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم ازکم اپنے اعلحضرت کے کُفر کو ضرور اٹھائیں آپ اُن کے مدرسہ میں نوکر ہیں اُن کا نمک کھاتے ہیں کچھ تو اُن کے نمک کا حق ادا کیجئے۔ آپ نے شہید مرحوم اور حضرت حکیم الامت کے لئے جو جال کفر کا بچھایا تھا وُہ بے چارے اُس میں پھنس گئے اُن کو کسی طرح نکالئے میں بھی اِس معاملہ میں آپ کی مدد کرونگا۔

اور سماں گوپی چند کے اعتراضات کے معاملہ کو بھی ضرور صاف کیجئے یا اپنے کلمات

؎ چنانچہ علامہ نسفی حنفی کی مشہور و مستند تفسیر مدارک التنزیل میں ہے "تبیاناً لکل شیٔ من امور الدین" یعنی قرآنِ عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر جلالین صہ ۲۲۲ تفسیر معالم التنزیل صہ ۱۷۷ تفسیر ابوالسعود صہ ۳۶۴ تفسیر خازن صہ ۱۲۹ تفسیر جامع البیان صہ ۲۲۲ تفسیر بیضاوی صہ ۳۲۲ تفسیر کبیر صہ ۳۴۴ میں بھی اِس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اصل عبارات صاعقہ آسمانی حصّہ دوم میں درج ہیں۔ ۱۲ مرتب

سے توبہ کیجئے یا اُن اعتراضات پر مناظرہ کرنے کے لئے وقت مقرر کیجئے۔

مولوی سردار احمد صاحب حضرات آپ پرسوں سے برابر دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میرے اصل اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ بیکار ادہر اُدہر کی باتوں میں وقت گذارتے ہیں۔ کبھی اپنے بارہ سوالوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اصل مبحث سے کوئی تعلق نہیں کبھی مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھتے ہیں۔ میں بھی اگر چاہُوں تو اِدہر سے کسی حافظ کو کھڑا کردُوں وُہ مولوی منظور صاحب سے بھی زیادہ آیتیں پڑھ دیگا مگر میں بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے آیتیں تو بُہت سی پڑھ دیں مگر یہ آپ ابھی تک نہیں بتلاسکے کہ حفظ الایمان کی عبارت ان میں سے کِس آیت کا ترجمہ ہے۔ میں پھر آپ کو چیلنج دیتا ہوں آپ بتلائیے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ "اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علمِ غیب تو ہر زید وعمر و بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے" آپ بتلائیے کہ یہ گستاخانہ الفاظ کس آیتِ کریمہ کا ترجمہ ہیں۔ میں آپ سے کل کہہ چکا ہُوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمۂ قرآن میں دکھلا دیجئے۔

مولوی صاحب قرآن شریف پڑھنے کے لئے کوئی موقعہ محل ہوتا ہے دیکھئے فقہ کی کتابوں میں سجدہ میں قرآن شریف پڑھنے کو منع لکھا ہے۔

آپ اپنے مطالبات گِناتے ہیں تینتیس ہو گئے چھتیس ہو گئے آپ کو معلوم نہیں حفظ الایمان کی اس کُفری عبارت کے متعلق اعلٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین سو سوالا کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں تین سو۔ آپ پہلے اُن کا تو جواب دیدیجئے۔

آپ بار بار گوپی چند کا ذکر کرتے ہیں میں کہہ چکا کہ گوپی چند نے یا دُوسرے پنڈتوں

پادریوں نے جو حملے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں۔ اُن کے ذمہ دار آپ ہی لوگ ہیں۔ آپ ہی لوگوں نے اُن کو یہ جرأت دلائی۔ میں نے کل آپ کے امام الطائفہ دہلوی صاحب کی بہت سی عبارتیں نمونہ کے طور پر پیش کی تھیں آپ سے اُن کا تو کوئی جواب نہیں دیا گیا اور اُس کی بجائے آپ نے اعلیحضرت کے متعلق بحث شروع کر دی۔ میں کل ہی جواب دے چکا ہوں کہ اعلیحضرت نے خاص اسی موضوع میں الموت الاحمر تصنیف فرما دیا ہے۔ آپ اِن سب باتوں کا جواب اس میں دیکھ لیجئے۔ آج میں آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی ایک توہین اور پیش کرتا ہوں۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۶ پر حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ

اعلیحضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اُٹھ تو اِس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں اُس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔" اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حاجی امداد اللہ کے مرید بھی دیوبندی مولوی تھے۔ تو گویا معاذ اللہ حضور دیوبندیوں کے باورچی اور بھٹیارے ہو گئے" توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ [1] بھلا اس سے زیادہ حضور کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ کہ حضور

---

[1] حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ مہاجر مکی کو طائفہ بریلی کے مشہور مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری اور بریلوی مکتب فکر کے اکثر لوگ بھی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید ان کی تصانیف سے ہو سکتی ہے۔ ناشر

کو بھٹیارہ بنادیا گیا۔ مولوی صاحب! آپ کے پیشواؤں کی ان ہی گستاخیوں نے آریہ پنڈتوں اور عیسائیوں کو توہین کی جرأت دلائی ہے۔ مولوی صاحب میں آپ سے پھر کہتا ہوں آپ بیکار باتوں کو چھوڑیئے میری اصل بات کا جواب دیجئے۔ میں آپ کو سامنے سے ہٹنے نہیں دونگا اور آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب۔ خدا کا شکر ہے اُس نے مجھے اعلاء کلمۃ الحق کی ایسی توفیق بخشی ہے کہ آپ کے ہموطن مرزا غلام احمد قادیانی بانی مرزائیت کی کفریات کا رد میں نے خاص قادیان میں پہنچ کر کیا۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب موجدِ رضاخانیت کی خرافات کا رد اُن کے وطن بلکہ اس وقت خاص اُن کے گھر (جامعہ رضویہ) میں گھس کے کر رہا ہوں۔ مگر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آپ پھر بھی یہ کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ سامنے سے ہٹنے نہیں دُونگا۔ درحقیقت بیحیائی بھی بڑی کرامت ہے آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تُونے اعلیٰحضرت کے متعلق بحث شروع کردی۔ حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ آپ نے خلط مبحث کرنے کے لئے حضرت شہید مرحوم کی کچھ عبارتیں پڑھیں اور دعویٰ کیا کہ ان میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ لہٰذا اسمٰعیل دہلوی کافر، میں نے حضرت شہید کی طرف سے بطور گواہ صفائی آپ کے اعلیٰحضرت کو پیش کردیا اور یہ بھی ثابت کردیا کہ جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اس کو آپ کے اعلیٰحضرت کے کفر کا پہلے اقرار کرنا پڑیگا۔ اب آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ یہ بحث میں نے شروع کی یا آپ نے شروع کرائی۔ نہ آپ شہید مرحوم کے متعلق بحث چھیڑتے نہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کفر ثابت ہوتا۔

گل وگلچیں کا گِلہ بلبل نا شاد نہ کر — تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

بہرحال مولوی احمد رضاخان صاحب کو اس کفر کی دلدل میں خود آپ نے پھنسایا ہے اور پھر یہ کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ اب آپ اُن کو نکالنے کی فکر بھی نہیں کرتے بس یہ فرماتے ہیں کہ اعلحضرت نے "الموت الاحمر" میں اس کا جواب دیدیا ہے۔ جناب! اگر یہی جواب کافی ہے تو پھر اس تکلیف فرمائی اور مناظرہ کی دردسری کی کیا ضرورت تھی۔ گھر ہی سے ایک پرچہ پر لکھ کر بھیج دیا ہوتا کہ آپ کی تمام باتوں کے جواب اعلحضرت نے فلاں فلاں کتابوں میں لکھ دئے ہیں۔ اور اگر درحقیقت آپ کے نزدیک اعلحضرت کے وہ جوابات صحیح ہیں تو پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر ایک طرف سے پڑھنا شروع کر دیجئے۔ اور جواب سنتے جائیے تاکہ لوگ آپکے اعلحضرت کی قابلیت بھی دیکھ لیں، بہرحال صرف یہ کہدینے سے کام نہیں چل سکتا۔ کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

آپ نے اس مرتبہ تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معاذ اللہ اس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باورچی اور بھٹیارہ کہا گیا ہے (استغفر اللہ العلی العظیم) گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، اُس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا۔ اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین علماءِ کرام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہے۔ اور اُن پر حضور کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے۔ اور درحقیقت سارے علماءِ صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دسترخوان کرم کے خوشہ چین ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ نوش فرمایا۔ اور بچا ہوا حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کو پلادیا اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی۔ پس جس طرح اس خواب میں دُودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی اسی طرح حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو طالبانِ معرفت آتے ہیں اُن کو حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے "باورچی" یا "بھٹیارہ" کہدینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے[1]۔ آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب مشکوٰۃ شریف پڑھی ہوگی تو اُس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وُہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضورِ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ کان یخصف نعلہ ویحلب شاتہ یعنی میرے آقا خود ہی اپنی پاپوش مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔" میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپکی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور کو نہ معلوم کیا کیا کہیں گے؟ کیونکہ آپ کے اس گندے اصول پر ہر جُوتے سینے والے کو موچی (یا چمار) اور ہر دُودھ دوہنے والے کو گھوسی کہا جائیگا۔ ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، مولوی صاحب اعتراض کرنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے

یہ مجلسِ مناظرہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں ہے

---

[1] رضاخانی مولوی صاحبان کے گھروں میں جو اُن کی عورتیں کھانا پکانے کا کام کرتی ہیں شاید یہ حضرات اپنی اُن بہو بیٹیوں کو بھٹیاری ہی کہتے ہوں گے۔ ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ ۱۲ مرتب۔

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

یہاں تک تو آپکی خارجی باتوں کا جواب تھا۔ اس کے بعد میں اصلی بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ تھا کہ "حفظ الایمان" کے مضمون کو قرآنِ کریم سے ثابت کیا جائے میں اس سلسلہ میں گیارہ آیتیں پیش کر چکا ہوں۔ اب دو آیتیں اور پیش کرتا ہوں۔

سورہ احزاب کے آخری رکوع میں ہے :۔

یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمھا عند اللہ

اے ہمارے رسول لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں (یعنی یہ کہ کب آئیگی) آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے۔

پچیسویں پارہ کی سب سے پہلی آیت ہے

الیہ یرد علم الساعۃ

اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم

اِن دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے۔ اُس کے سوا کسی کو نہیں اور وُہ بھی غیب میں سے ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔ اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا اہم جزو ہے۔ اور پہلے جز کے متعلق بھی ایک آیت میں پیش کر چکا ہُوں۔ اور ساتھ ہی خود آپ کے اعلیٰ حضرت کے اقوال سے بھی اس کو ثابت کر چکا ہُوں۔

آپنے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب پیش کر کے اور اس سے ایک گندہ نتیجہ نکال کر اپنی مخصوص ذہنیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس کا تحقیقی جواب نو

آپ سُن چکے اب ذرا اپنے گھر کا بھی ایک خواب ملاحظہ فرمائیے۔ اور اُس پر بھی فتوے لگائیے۔

آپ کے قبلہ دکعبہ اعلحضرت اپنے پیر بھائی "مولوی برکات احمد صاحب" کے انتقال کا ذکر کرتے ہُوئے فرماتے ہیں۔

اُن کے انتقال کے دِن مولوی سیّد امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ! کہاں تشریف لئے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔

اس خواب کو نقل فرمانے کے بعد آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر کے ساتھ فرماتے ہیں۔ "الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔" (ملفوظات حصہ دوم ص۲۵)

اِس خواب میں دو باتوں کی تصریح ہے ایک یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم بقول خان صاحب مولوی برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے اور دوسری یہ کہ اُس نماز کی امامت خود بدولت اعلیٰ حضرت نے فرمائی۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے بقول خود امامت کی امام المرسلین خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلّم کی۔ اللہ رے خان صاحب کا دِل گردہ حالانکہ بہترینِ اُمت اور افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں

ما کان لابن ابی قحافة ان یوم الناس ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیہم۔

یعنی ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر سے یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ وُہ لوگوں کی امامت کرے۔ جب کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اُن میں موجود ہُوں۔ لیکن آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر سے فرماتے

ہیں۔ کہ الحمد للہ یہ جنازۂ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ اب ذرا اپنے ان بزرگوار کے متعلق بھی فتویٰ ارشاد ہو۔

سینتیس[۳۷] مطالبے میرے آپ کے ذمہ پہلے ہیں اور دو آیتیں اس تقریر میں اور پیش کی گئی ہیں۔ اور ایک آپ کے اعلیٰ حضرت کا یہ دعوئے امامت ہوا۔ اس کا جواب بھی آپ کو دینا ہے۔ اب یہ کُل چالیس ہو گئے اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں۔ تو صرف ان میں سے بیس کا جواب دیدیں۔ بیس میں معاف کرتا ہوں۔ دیکھئے! آپ کے اعلیٰ حضرت نے تو بہت سے حیلوں سے سُود بھی جائز کر دیا ہے۔ کہیں نوٹ اور روپیہ کے تبادلہ کی صُورت میں کہیں دُوسرے حیلوں سے لیکن مجھ کو دیکھئے میں اپنے اصل مطالبہ میں سے بھی نصف چھوڑ رہا ہوں۔ اس زمانہ میں ایسا قرضخواہ بھی آپ کو نہ ملے گا۔"

مولوی سردار احمد صاحب:۔ مولوی صاحب! آپ نے بالکل جھوٹ کہا کہ اعلیٰ حضرت نے امامت کا دعوئے کیا ہے۔ آپ کو مسئلہ معلوم نہیں کہ جس نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوں اس میں حضور ہی امام اول ہوتے ہیں۔ اور جماعت کا امام حضور کا مقتدی ہوتا ہے۔ اور باقی جماعت اس امام کی مقتدی ہوتی ہے۔ تو اعلیٰ حضرت کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ اُس جنازے کی نماز کے امام اوّل حضور تھے۔ اور میں حضور کا مقتدی تھا۔ اور میں نے باقی جماعت کو نماز پڑھائی۔ مولوی صاحب اعلیحضرت سے کبھی بھُول کر بھی حضور کی شان میں ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی۔ وُہ تو فنا ہو گئے تھے عشقِ رسول میں۔

آپ نے اس تقریر میں دو آیتیں اور پڑھ دیں۔ مولوی صاحب قادیانی بھی آپ ہی کی طرح آیتیں پڑھا کرتے ہیں۔ اس طرح بے محل آیتیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قرآن

شریف پڑھنے کا بھی ایک موقع ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ فقہائے کرام سجدہ میں قرآن شریف پڑھنے کو ناجائز لکھتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟ آپ یہ بتلائیے کہ حفظ الایمان کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے میں اُنہی کے ترجمہ کو مان لونگا۔ اور اگر آپ یہ نہ دکھلا سکیں اور کبھی نہ دکھلا سکیں گے تو پھر آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا نہ دیں۔

حاضرین خیال رکھیں میرا یہ اٹل مطالبہ ہے مولوی صاحب اب جب تک آپ قرآن شریف کے ترجمہ میں کہیں حفظ الایمان کی عبارت نہ دکھلا دیں گے میں آپ کو چلنے نہیں دُونگا۔ لیجئے اب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں آیتیں پڑھتا ہوں۔

(۱) عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسولٍ ٥ — یعنی خدا غیب کا جاننے والا ہے وہ نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا برگزیدہ رسُول کے۔

دیکھیئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے اور حضور اقدس سب سے زیادہ برگزیدہ تھے تو آپ کو بھی ضرور خدا نے علم غیب دیا۔

(۲) تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اے محبوب ہم اس کو تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ دیکھیئے اس آیت کریمہ سے بھی حضور کو علمِ غیب ثابت ہوتا ہے۔

(۳) خلق الانسان علمہ البیان اللہ تعالیٰ نے انسان کو یعنی حضور اقدس کو

پیدا کیا اور اُن کو تمام چیزوں کا بیان سکھایا۔

(۴) فاوحی الی عبدہ ما اوحی؂ خدا نے اپنے محبوب پر وحی بھیجی جس قدر کہ بھیجی۔

(۵) ما ھو علی الغیب بضنین حضور اقدس غیب پر بخیل نہیں ہیں۔

یہ پانچ آیتیں ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب تھا۔

خیر یہ تو میں نے آپ کی آیتوں کے جواب میں آیتیں پڑھ دیں اصل بحث تو حفظ الایمان کی گستاخی کی ہے آپ اُس کو قرآن شریف سے ثابت کیجئے۔ لیجئے میں اُس کا ایک فوٹو اور پیش کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص آپ کے مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ اُن کے چہرہ کو حسین کیوں کہا جاتا ہے کل حُسن کی وجہ سے یا بعض حسن کی وجہ سے۔ کُل حُسن تو اُن کو یقیناً نہیں ملا اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جائے تو اس میں ان کے چہرہ کی کیا تخصیص ہے جیسا اُن کا چہرہ ہے ایسا تو گدھے کا بھی ہے۔ سوئر کا بھی ہے بندر کا بھی ہے۔" تو بتلائیے کہ اس میں مولوی تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ اس کا جواب ضرور دیجئے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں قادیان جانے کا بھی ذکر کیا تھا آپ گئے ہوں گے مگر قادیانیوں کی تردید کے لئے نہیں بلکہ اُن کی تصدیق کے لئے۔ کیونکہ اُن کی طرح آپ بھی ختم نبوّت کے منکر ہیں۔ آپ کے مولوی قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی نے تحذیر الناس میں صاف لکھا ہے کہ "حضور کے بعد اور نبیوں کے آنے میں کوئی حرج نہیں"۔ حضور کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے، جب خود آپ کا عقیدہ یہ ہے۔ تو آپ قادیانیوں کی کیا تردید کریں گے۔

مولٰنا محمد منظور صاحب:۔ قادیانیت کے فنا کرنے کے لئے جو کام اس وقت تک ہماری جماعت نے کیا ہے اور کر رہی ہے اُس سے ہندوستان کا ہر واقفِ حال

باخبر ہے۔ بہاولپور کا تاریخی مقدمہ، احرار کی یلغار، اور ردِّ قادیانیت ہی کے سلسلہ میں ہمارے محترم بزرگ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سزا یابی جس کی اپیل اسوقت زیرِ سماعت ہے یہ وہ واقعات ہیں جس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے[1]۔ ان حالات میں آپ کا یہ فرمانا کہ تم مرزا کی تصدیق کے لئے قادیان گئے تھے، ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بدبخت کہنے لگے کہ صحابہ کرام کا جو لشکر روم یا ایران جہاد کرنے کے لئے گیا تھا وہ درحقیقت اسلام کے خلاف قیصر و کسریٰ سے سازش کرنے کے لئے گیا تھا۔ تحذیر الناس کی بحث چھیڑ کے آپ نے اپنے لئے ایک نئی مصیبت خریدی ہے۔ اب میں بتلاؤں گا کہ آپکے اعلیحضرت نے اُس کی عبارات میں کیسی شرمناک خیانت کی ہے۔ کہ مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر ایک مسلسل مضمون بنایا اور اُس کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ لہذا اس کا مصنف کافر، درحقیقت جیسی کھلی بددیانتی انہوں نے تحذیر الناس کے معاملہ میں کی ہے ایسی کوئی کھلا کافر بھی مشکل سے کریگا۔ اب حفظ الایمان کی بحث عنقریب ختم ہوا چاہتی ہے اُس کے بعد میں انشاء اللہ تحذیر الناس کے مضمون پر مفصل روشنی ڈالونگا۔ اور آپ کی اور آپ کے اعلیٰ حضرت کی دیانت اور امانت دکھلاؤں گا[2]۔

[1] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علمائے ربانی کے بیانات حصہ اول حصہ دوم حصہ سوم مسمّیٰ بہ (مقدمہ فیصلہ بہاولپور) و سید عطاء اللہ شاہ بخاری، از جناب شورش کاشمیری مدیر چٹان۔ (ناشر)

[2] افسوس کہ اُس وقت کے آنے سے پہلے ہی رضاخانیوں نے مناظرہ ختم کر دیا۔ شائقین تحذیر الناس کے متعلق مفصل بحث "معرکۃ القلم" اور صاعقہ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۱۲ مرتب

میں نے آپ کے اعلیٰحضرت کا ایک ملفوظ پیش کیا تھا۔ اور ثابت کیا تھا کہ اُس میں اُنہوں نے حضورؐ کی امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ "نماز حضور نے پڑھائی اور میں نے حضور کے پیچھے پڑھی۔ اور میرے پیچھے باقی جماعت نے پڑھی" اگر عبارت کا مطلب اسی طرح نکالا جاتا ہے تو پھر جس عبارت کا جو چاہا مطلب بیان کر دیا۔ جنابِ من اُس ملفوظ کو غور سے دیکھیئے آپ کے اعلیٰ حضرت نے اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نماز پڑھنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور اپنے متعلق پڑھانے کا۔ لہٰذا اس میں آپکی یہ تاویل نہیں چل سکتی ع

ولن یصلح العطار ما افسد الدھر

آپ کئی دفعہ فرما چکے ہیں کہ تم بے موقع آیتیں پڑھتے ہو اور دلیل یہ ہے۔ کہ سجدہ میں قرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے" اگر آج دنیا میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو آپ کے اس اجتہاد کی داد دیتے۔ معلوم نہیں مناظرہ اور سجدہ میں آپ نے کیا مشابہت سمجھی ہے۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ آپ خود بھی کبھی کبھی آیتیں پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ اِس دفعہ بھی آپ نے پانچ آیتیں پڑھی ہیں جن کو آپ کے مدعا سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کو فنِ مناظرہ سے۔ کیونکہ بحث کُل علمِ غیب کی ہے اور اُسی کو حفظ الایمان میں دلائلِ نقلیہ وعقلیہ سے باطل کہا گیا ہے۔ اور اسی کی تائید میں میں نے اس وقت تک بارہ آیتیں پیش کی ہیں۔ لیکن آپ کی پیش کردہ پانچ آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی کُل غیب کا ذکر نہیں۔

کیونکہ پہلی آیت کا حاصل صرف یہ ہے کہ "حق تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ اس سے کُل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا

بلکہ مطلق غیب کی اطلاع ثابت ہوتی ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔

اور دوسری آیت میں ایک خاص واقعہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی اطلاع ہم بذریعہ وحی آپ کو دیتے ہیں"۔

اس آیت سے بھی غیب کے بعض واقعات ہی کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور کو غیب کی لاکھوں، کروڑوں باتوں کی اطلاع تھی لیکن کُل کی نہیں وُہ صرف حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' بہرحال یہ آیت بھی ہمارے مخالف نہیں۔

تیسری آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اُس کو گویائی سکھائی" اس کو تو آپ کے مدعا سے کوئی دُور کا بھی لگاؤ نہیں۔

چوتھی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی اس کو کل غیب کے دعوے سے کیا واسطہ؟

پانچویں آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو غیب کی جن باتوں کی اطلاع دی گئی ہے آپ اُن کے تبلانے میں بخیل نہیں"۔ اس سے بھی کُل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے تو میری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ میں ابتک کئی ایسی آیتیں پیش کرچکا ہوں کہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے اور حضور فرمادیتے تھے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے اور کبھی ایک دفعہ بھی حضور نے قیامت کا وقت نہیں تبلایا۔ تو ماننا پڑے گا کہ حضور کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو اطلاع تو تھی لیکن اوروں کو نہیں تبلاتے تھے تو بخل لازم آئے گا اور آپکی پیش کردہ یہ آیت تبلارہی ہے کہ آپ غیب پر بخیل نہیں۔

مولوی صاحب دیکھا مناظرہ اس کا نام ہے کہ مخالف کی دلیل سے اپنا دعویٰ

ثابت کر دیا جائے۔ ابھی کسی مناظر سے کچھ دنوں مناظرہ سیکھئے ؎

بہ بستاں رو کہ از بلبل طریقہ عشق گیری یاد
بہ محفل آ کہ از ناصح سخن گفتن بیاموزی

آپ کی پانچوں دلیلوں کا جواب میں دے چکا۔ میری طرف سے سارا حساب بیباق ہے حفظ الایمان کے دوسرے جز کی تائید میں بارہ آیتیں میں پہلے پیش کر چکا اب دو آیتیں اور سنیئے۔ سورۂ انبیاء کے تیسرے رکوع میں ارشاد ہے۔

ویقولون متٰی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین

یہ کفار (آپ سے) کہتے ہیں بتلاؤ یہ وعدہ (یعنی قیامت) کب ہوگا۔ اگر سچے ہو آپ کہدیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس ڈرانے والا ہوں صاف صاف بیان کرنے والا ہوں۔

سورۂ اعراف کے تیئیسویں رکوع میں ارشاد ہے۔

یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا قل انما علمھا عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو ثقلت فی السمٰوٰت والارض لا تاتیکم الا بغتۃ یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون۔

(اے ہمارے رسول) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب آئے گی؟ فرما دیجئے اس کا علم بس میرے رب ہی کو ہے۔ نہیں ظاہر کریگا اس کو اس کے وقت پر مگر، اللہ تعالیٰ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی۔ وہ لوگ آپ سے سوال کرتے

ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کہدیجئے
کہ اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے۔ لیکن
بہت سے لوگ اس راز سے ناواقف ہیں۔

اِن دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو عنایت نہیں فرمایا گیا۔ حالانکہ وہ بھی غیب میں سے ہے تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کو کُل غیوب کا علم حاصل نہیں تھا۔ اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دُوسرا جُز ہے۔ اور میرا دعویٰ صرف یہی ہے۔ کہ حفظ الایمان کے دو نو جُز قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں۔ کہ "حفظ الایمان" کی عبارت بعینہٖ کسی ترجمہ قرآن میں لکھی ہوئی دکھلا دو۔ کیا کسی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن وحدیث ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وُہ بعینہٖ ترجمہ ہو قرآن وحدیث کا اگر آپ کا یہی اصُول ہے تو پہلے اپنے اعلٰحضرت کے فاتحہ نامہ کو اسی معیار پر قرآن وحدیث کے موافق ثابت کر دیجئے۔ تبلائیے "دُودھ کا برف خانہ ساز" قرآن وحدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ "مُرغ پلاؤ اور مُرغ کی بریانی بکری کا شامی کباب اور قورمہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ پراٹھے اور اُرد کی پھریری دال مع ادرک وگرم مصالحہ یہ کس آیت[×] کا ترجمہ ہے۔ اور خان صاحب کی قبر پر جو تر حلوا چڑھتا ہے اور جو گاگر چڑھائی جاتی ہے وُہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟

آپ پہلے اِن چیزوں کو قرآن وحدیث کے ترجموں میں دکھلا دیجئے اُس کے بعد مجھ سے حفظ الایمان کی عبارت کا مطالبہ کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے حسین کی ایک مثال اور پیش کی ہے۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ حضرت

×× میں ہے اور رہاں گوشت بھری چٹخارے دار کچوریاں اور سوڈا واٹر کی بوتل یہ کس آیت

مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ تو ایک عالم باعمل اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندے ہیں۔ اگر کوئی بے تمیز اور بدتہذیب آپ سے سیکھ کر مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق بھی یہ کہے کہ جیسا چہرہ اُن کا تھا ایسا ہر بندر کا ہے" اور جیسی آنکھیں اُن کی تھیں ایسی ہر اُلّو کی ہیں اور جیسے کان اُن کے تھے ایسے ہر گدھے کے ہیں۔ اور جیسے دانت اُن کے تھے ایسے ہر کتے کے ہیں اور جیسی ناک اُن کی تھی ایسی ہر سوٗر کی ہے تو میرے نزدیک تو اس میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی بھی سخت توہین ہوگی۔ اور یہ بدتہذیب شخص جو آپ سے سیکھ کر ایسے بیہودہ کلمات بکتا ہے۔ میری رائے میں اس قابل ہے کہ اس کو بریلی کے پاگل خانہ میں داخل کرا دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ بدنصیب شخص انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ بلکہ وُہ اپنی بداخلاقی کی وجہ سے حیوانوں سے بدتر ہے۔ لیکن حقیقت سے جس قدر دُوری اس شخص کی اس بکواس کو ہے اس سے کہیں زیادہ آپ کی گندی مثال کو حفظ الایمان کی عبارت سے ہے۔ اگر آپ کو میرا یہ تلخ جواب ناگوار ہُوا ہو تو معذرت کے طور پر میں صرف اتنا عرض کروں گا

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سُنے
یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سُنے

مولوی سردار احمد صاحب :- حضرات! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان کی عبارت نہیں دکھلا سکے حتیٰ کہ خود تھانوی صاحب کے ترجمہ میں بھی نہیں دکھلا سکے۔ اور بھلا وُہ گستاخانہ عبارت کس طرح قرآن شریف میں نکل سکتی ہے۔ وُہ تو نازل ہُوا ہے حضور کی شان بڑھانے کے لئے۔ وُہ جابجا خُطبے دیتا ہے حضور کی مدح و ثنا کے۔ مولوی صاحب آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی میں آیتیں پڑھتے ہیں اور قرآن شریف تو حضور کے علم غیب کے

منکروں کو کافر کہتا ہے۔ کسی منافق نے حضور کی شان میں کہدیا تھا کہ "اُن کو غیب کی کیا خبر" تو اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔ قد کفرتم بعد ایمانکم۔ تم ایمان کے بعد کافر ہو گئے"۔ بھلا جس قرآن میں منکرین علم غیب کو صاف صاف کافر کہا گیا ہو اُس میں حضور کے علم غیب کی نفی کس طرح ہو سکتی ہے؟

آپ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت کی فاتحہ اور حلوے کا ثبوت بھی طلب کیا ہے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں اس پر تمسخر بھی کیا ہے۔ آپ تو تمسخر کریں گے ہی فاتحہ تو ایمان والوں کے لئے ہے بے ایمانوں کے لئے کچھ نہیں "مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود"۔ اور اصل بات یہ بھی ہے کہ آپ کو حلوا نصیب ہی نہیں ہوتا۔ اِس لئے ہمارے حلوے دیکھ کر آپ کے پیٹ میں آگ لگتی ہے اچھا لیجئے اب فاتحہ اور حلوے کا ثبوت سُنیئے:۔

"حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ تو وُہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُمّ سعد کا انتقال ہو گیا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے اُن کو ثواب پہنچے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اُن کے لئے کنواں بنوا دو"۔ چنانچہ حضرت سعد نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں بنوا دیا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم کوئی نیک کام کر کے اس کا ثواب اموات کو پہنچا سکتے ہیں۔ اور اعلیٰحضرت کی وصیّت کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ ان نفیس اور عمدہ کھانوں کا ثواب مجھ کو پہنچایا جائے۔ اور بزرگوں کی قبروں پر جو حلوا وغیرہ جاتا ہے وُہ بھی اسی غرض سے۔ دیکھیئے کیسا صاف ثبوت نکل آیا۔ اب آپ بھی ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت قرآن شریف کے کسی ترجمہ میں دکھلا دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب:۔ آپ نے مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ حفظ الایمان کی

عبارت بعینہٖ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے آپ سے دریافت کیا کہ "خانصاحب کے چٹ پٹے مصالحہ دار وصیت نامہ میں گوشت بھری کچوریاں اور اُردد کی پھریری دال اور سوڈا واٹر کی بوتل وغیرہ یہ چیزیں کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت سعد کے کنوئیں کی روایت نقل کردی۔ جس میں خان صاحب کے تحریر کردہ ایک درجن کھانوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں بلکہ اس میں تو سرے سے فاتحہ کا بھی ذکر نہیں یا آپ نے کسی روایت میں دیکھا ہے کہ کنواں بنوانے کے بعد حضرت سعد نے اس پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ بھی پڑھی تھی جس طرح آپ لوگ حلوے اور مالیدے پر پڑھتے ہیں۔ بہرحال اس روایت سے تو صرف مطلق ایصالِ ثواب ثابت ہوتا ہے[1] نہ کہ فاتحہ مروجہ، اور بالخصوص آپ کے اعلحضرت کا چٹاخے دار فاتحہ لیکن اس وقت مجھے اس سے بحث نہیں مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ خانصاحب کے فاتحہ نامہ کے ثبوت میں حضرت سعد کی روایت پیش کرکے آپ نے خود ثابت کردیا کہ کسی عبارت کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وُہ بعینہٖ ترجمہ ہو کسی آیت یا حدیث کا، پس اسی طرح حفظ الایمان کی عبارت کے صحیح اور موافقِ قرآن وحدیث ہونے کے لئے بھی اس کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اس کا مضمون آیات واحادیث سے کسی طرح ثابت ہونا چاہیئے۔ چنانچہ میں بحمداللہ اس وقت تک پندرہ آیتیں اس سلسلہ میں پیش کرچکا ہُوں جن میں سے ایک آیت سے حفظ الایمان کے مضمون کا پہلا جُزو ثابت ہوتا ہے اور چودہ آیتوں سے اس کا دوسرا جُزو۔ اب ایک آیت اور سُنیئے۔ "سورہ طٰہٰ" میں قیامت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

"انّ الساعۃ اٰتیۃ اکاد اخفیھا" بہ تحقیق قیامت آنے والی ہے۔ میں ارادہ

[1] اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔ ۱۲ مرتب

کرتا ہوں کہ اس کو چھپاؤں، اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں۔

"یقول لا اظھر علیھا احد اً غیری" یعنی حق تعالٰی فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا اس قیامت پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا (رواہ ابن ابی حاتم در منثور)

اور اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ سے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں

لعمری لقد اخفاھا اللہ من الملئکۃ المقربین ومن الانبیاء المرسلین۔	بخدا قیامت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالٰی نے مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔

اس کے بعد ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لقیت[1] لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسٰی وعیسٰی فتذاکروا امر الساعۃ فردّوا امرھم الی ابراھیم فقال لاعلم لی بھا فردّوا امرھم الی موسٰی فقال لاعلم لی بھا فردّوا	شب معراج میں (حضرت) ابراہیم وموسٰی و عیسٰی (علیہم السلام) سے میری ملاقات ہوئی پس انہوں نے آپس میں قیامت کے وقت کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم

---

[1] مولانا محمد منظور صاحب نے اس حدیث کا محض مطلب بیان کیا تھا ہم نے تکمیل فائدہ کے لئے اس کے اصل الفاظ بھی مولانا ہی سے حاصل کر کے لکھ دئے ہیں۔ ۱۲ مرتب

امرھا الی عیسےٰ فقال اما وجبتھا فلا یعلمھا احد الا اللہ

نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ سے سوال کیا گیا انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ کہ اس کے وقوع کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں۔

یہ خدا کے چار اولوالعزم پیغمبر ہیں اور اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، اور یہ اصول ہے کہ اُمت کے چاروں امام اگر کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں تو پھر کسی کو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں رہتی اور یہاں خدا کے چار عظیم المرتبہ پیغمبر اتفاق کر رہے ہیں۔ اور آپ لوگ پھر بھی اس سے اختلاف کرتے ہیں۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ قرآنِ عزیز منکرینِ علم غیب کو کافر کہتا ہے!! استغفر اللہ آپ بھی کس قدر تلبیس سے کام لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کے منکر تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ حضور کو غیب کی ایک بات کی بھی اطلاع نہیں اور آپ کا وحی کا دعویٰ (معاذ اللہ) غلط ہے۔ اس وجہ سے قرآن نے اُن کو کافر قرار دیا۔ اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر سمجھتے ہیں جو یہ کہے کہ معاذ اللہ حضور کو وحی کے ذریعہ سے بھی غیب کی کسی بات کی اطلاع نہیں ہوتی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا یہ تو خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ جس کا ثبوت کافی دیا جا چکا ہے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ اگر آپ نے ہمت کی اور یہ مناظرہ جاری رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک سو آیتیں اور ایک سو حدیثیں اس موضوع پر پیش کرونگا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس مناظرہ میں مجھے پورے طور پر حجتِ حق تمام

کر دینی ہے۔

اِس مرتبہ آپ نے پھر مجھ کو طعنہ دیا ہے کہ تجھ کو حلوا نصیب نہیں ہوتا۔ درحقیقت میں ایسا ہی کم بخت ہُوں آپ حلوے کو کہتے ہیں مجھ کو تو اگر جو کی روٹی بھی مل جائے۔ تو وُہ محض اللہ کا کرم ہے۔ ہاں اگر میں بھی خدانخواستہ کسی قبر کا مجاور بن کر بیٹھ جاتا تو شاید مجھ کو بھی روز حلوا مِل جایا کرتا مگر کیا کروں کہ میرا مذہب اِن چیزوں کی اجازت نہیں دیتا یہ پیشہ اور یہ حلوا آپ لوگوں کو مبارک۔

مولوی سردار احمد صاحب الحمدللہ ثم الحمدللہ آپ حضرات نے دیکھ لیا۔ کہ مولوی منظور صاحب نے اقرار کر لیا کہ چونکہ مجھ کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا اس لئے میں کم بخت ہُوں۔ معلوم ہُوا کہ جس کو فاتحہ کا حلوا نہ ملے وُہ کم بخت ہوتا ہے۔ اب تو مولوی منظور صاحب نے خود اپنے کم بخت ہونے کا اقرار کر لیا۔ درحقیقت جو فاتحہ کے حلوے سے محروم ہیں وُہ سب کم بخت ہیں۔

آپ نے اِس مرتبہ پھر آیتیں پڑھی ہیں۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں آپ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا مت دیجئے۔ آپ یہ بتلائیے کہ . . . . "حفظ الایمان" کی وُہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے۔ لیجئے سُنیئے میں حفظ الایمان کی عبارت پھر پڑھتا ہُوں (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی۔ اور اس کے متعلق وُہی تقریر کی جو اس سے پہلے بارہا کر چکے تھے۔ مرتب)

مولانا محمد منظور صاحب حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب میں کئی بار بیان کر چکا ہوں۔ اور آپ کے اعتراض کا نہایت شافی جواب بحمد اللہ دے چکا ہوں۔ اسی کو یاد کر لیجئے۔ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت

کا ترجمہ ہے یا نہیں اس کا جواب بھی میں کئی بار دے چکا ہوں۔ چونکہ آپ کو اس کے سوا کچھ اور یاد ہی نہیں اس لئے آپ بار بار وہی بات کہے جاتے ہیں۔ میرا دعوے صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت کے دونوں جزء قرآنِ عزیز سے ثابت ہیں۔ پہلے جزء کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور دوسرے جزء کے ثبوت میں پندرہ آیتیں میں اس وقت تک پیش کر چکا ہوں۔ اب سولھویں آیت سُنیئے۔

"سورہ مائدہ میں ارشاد ہے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انک انت علام الغیوب۔	جس دن کہ جمع کریگا اللہ تعالیٰ رسُولوں کو پس فرمائے گا (ان سے) تم کو (اُمتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

اس کی تفسیر میں سیدنا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "انبیاء علیہم السلام جو یہ فرمائیں گے کہ "ہم کو علم نہیں" تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے خداوندا! ہم کو اُن کے باطن کا علم نہیں (اور ایمان وکفر کا تعلق باطن ہی سے ہے)

اس سے پہلی تقریر میں میں نے ایک حدیث پیش کی تھی جس سے معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے چار اولوالعزم پیغمبر جو جماعتِ انبیاء کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے خاص وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور سورہ مائدہ "کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام پیغمبر خدا کے دربار میں ایک زبان ہو کر عرض کریں گے کہ ہم کو اپنی قوموں اور اپنی اُمتوں کے باطن کا حال معلوم نہیں۔ صرف آپ ہی تمام غیوب کے جاننے

والے ہیں " تو گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ کل غیب کا علم حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ۔ اگر ایسے روشن دلائل سے بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو یقین کیجئے کہ یہ خدا کا عذاب ہے ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سُود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا وُہ سب کم بخت ہیں ۔ اور تو اپنے اقرار سے کم بخت ہے ۔ بے شک مجھ کو چڑھاوے کا حلوا نہیں ملتا ۔ اور آپ کے اصول پر میں کم بخت ہی ہُوں ۔ اور اسی حیثیت سے میں نے پہلے اپنے کو کم بخت کہا تھا ۔ خوش بخت اور خوش نصیب تو آپ کے نزدیک فرعون تھا ۔ ہامان اور قارون تھا ، شداد اور نمرود تھا ۔ اور آج کل کے موٹے موٹے کافر خوش نصیب ہیں جن کو آپ سے بھی زیادہ حلوا اور مرغن کھانے ملتے ہیں ۔ میں کیسے خوش نصیب اور خوش بخت ہو سکتا ہُوں مجھ کو تو پیٹ بھر کے روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے ۔ مگر خدا کی قسم جس قدر آپ کو اپنے حلوے پراٹھے پر ، بالائی اور فیرنی پر ، گوشت بھری کچوریوں اور سوڈے کی بوتل پر ناز ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجھے اپنی فاقہ کشی پر ناز ہے ۔ کیونکہ وُہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے ۔ میں بھی بھُوکا رہتا ہوں ۔ میرے آقا بھی بھُوکے رہتے تھے ۔ خدا میرا حشر بھی اُنہی کے ساتھ کرے ۔

حضرت مولانا غیر معمولی ایمانی جوش کے ساتھ یہ تقریر فرما رہے تھے ۔ اور آپ کی تقریر یہیں تک پہنچی تھی کہ رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن کھڑے ہو گئے ۔ اور شور مچانا شروع کیا کہ توبہ کرو توبہ کرو حضور کو بھُوکا کہہ

دیا تم مُرتد[1] ہو گئے تم واجب القتل ہو۔ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب صدر اہل سنت نے مولوی حبیب الرحمٰن کا یہ فساد انگیز رویہ دیکھ کر اُن کو متنبہ کیا اور فرمایا کہ "آپ صدر ہیں اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں ورنہ اگر کوئی ہنگامہ ہو گیا تو اس کی ذمہ داری محض آپ پر عائد ہو گی۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ مولوی حبیب الرحمٰن کی یہ کارروائی وقتی نہیں تھی بلکہ کسی خاص مشورہ اور سازش کے ماتحت تھی۔ کہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے اس انتباہ کے بعد بھی وُہ باز نہیں آئے بلکہ اب اُن کے ساتھ اُن کا سارا پلیٹ فارم کھڑا ہو گیا اور سب نے یہی شور مچانا شروع کر دیا کہ تم نے حضور کو بھُوکا کہہ دیا تم مرتد ہو گئے تم واجب القتل ہو ابھی توبہ کرو، جب رضاخانی پلیٹ فارم سے سب نے یہی آواز بلند کی تو رضاخانی غنڈوں کے ایک جتھے نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور آپ کے رفقاء پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن اہل سنّت کی ایک کثیر جماعت نے جیسے ہی صورتِ حالات کو نازک ہوتے دیکھا اپنے علماءِ کرام کو ایک زبردست حصار میں لے لیا۔ اور اسی حفاظت کے ساتھ مقام مناظرہ سے باہر لایا گیا۔ اور رضاخانیوں نے اس طرح ہنگامۂ فساد برپا کر کے مناظرہ ختم کر دیا۔

اگرچہ مناظرہ کے اس ناخوشگوار طریقہ پر درہم برہم ہونے کا ہم کو بیحد افسوس ہے، مگر اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ رضاخانی علماء اور عوام کی شرافت و انسانیت بے نقاب ہو گئی۔ اور برائ العین سب مسلمانوں نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ لوگ جب جواب سے

---

[1] اس جاہل سے کوئی پُوچھے کہ تمہارے نزدیک تو مولانا مسلمان ہی نہیں تھے۔ پھر اب یہ ارتداد کیسا؟ کہو کہ صرف مناظرہ سے جان بچانے کا ایک حیلہ تھا۔ (مرتب)

عاجز آتے ہیں تو کس طرح شرارت اور بدتمیزی کی عُریاں تصویر بن جاتے ہیں۔
جس وقت اِس فساد کی ابتداء ہوئی ہے تو یہ دیکھا گیا کہ کچھ رضاخانیوں نے اندر سے لاٹھیاں اور چھُریاں وغیرہ نکالیں جس سے اس خیال کی اور تائید ہوئی کہ یہ ہنگامہ وقتی نہیں تھا۔ بلکہ پہلے سے اس کے متعلق کوئی مشورہ ہو چکا تھا۔ اور اُن لوگوں کے ارادے بہت زیادہ خطرناک تھے مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ اور اس وقت اس آیت کا مصداق اپنی آنکھ سے دیکھ لیا گیا۔

لن یصیبنا الّا ما کتب اللّٰہ لنا ھو مولانا وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون ۰

ہم کو صرف وہی تکلیف پہنچ سکتی ہے جو حق تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں لکھ دی ہے۔ وُہی ہمارا مالک ہے۔ اور اسی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

مناظرہ کے اس طرح درہم برہم ہو جانے کے بعد اسی وقت مدرسہ اشفاقیہ کی وسیع مسجد میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) اہل سُنّت کا ایک جلسہ ہُوا۔ جس میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولانا محمد منظور صاحب نے تقریریں فرمائیں۔ اور واقعاتِ مناظرہ پر تبصرہ کرنے کے ساتھ اہل سُنّت کو نہایت مؤثر انداز میں امن وامان کے ساتھ رہنے کی تلقین کی۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی تم کو گالیاں دے تو تم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرح اس کے حق میں دُعائے خیر کرو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدی سے پیش آئے۔ تو اس کا جواب نیکی سے دو۔ اگر ایسا کرو گے تو قرآن کا وعدہ ہے کہ یہ دشمن بھی ایک دِن تمہارے دوست بن جائیں گے۔
نیز مولانا محمد منظور صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو حضور سرورِ عالم صلّی

اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا تھا کہ آپ بھوکے رہتے تھے۔ یہ میرا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ کُتب حدیث و سیر میں اس کے متعلق صدہا روایات موجود ہیں چنانچہ مولانا نے چند حدیثیں حضور کی معاشرت کے متعلق بیان فرمائیں۔ لیکن چونکہ اس کے متعلق ہم مولانا کا ایک مکتوب بھی اس روداد میں درج کر رہے ہیں اس لئے بقصدِ اختصار یہاں اُن احادیث کو ذکر نہیں کرتے۔

یہاں تک مناظرہ کے واقعات تھے ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو۔ ممکن ہے کہ رضاخانی صاحبان بھی اس مناظرہ کی کوئی روداد شائع کریں۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ان کی روداد ایک مستقل تصنیف ہُوا کرتی ہے جس کو مناظرہ کے اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہُوا کرتا۔ اس لئے ہماری پیشینگوئی ہے کہ اس مناظرہ کی روداد بھی ایسی ہی گھڑی جائے گی۔ اگر ایسا ہی ہُوا تو اس پر ایک مستقل رسالے میں ہم تنقید کریں گے۔ اور دُنیا دیکھے گی کہ انجام کار انشاء اللہ صداقت ہی غالب آئے گی۔

والعاقبۃ للمتقین

بانی مناظرہ کا فیصلہ

مناظرہ ختم ہو جانے کے بعد جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ نے اپنا فیصلہ دیا جو بعض مقامی اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس فیصلہ کی تمہید میں جناب موصوف نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی بالخصوص دیوبندی بریلوی مناقشات سے اپنی کامل بیزاری ظاہر فرمانے کے بعد اجمالاً وہ اسباب لکھے ہیں جن کی وجہ سے باوجود خلافِ مذاق ہونے کے وُہ اس مناظرہ میں حصہ لینے بلکہ اس کا باعث اور بانی بننے پر مجبور ہوئے مگر چونکہ اُن اسباب کے متعلق جنابِ موصوف کا مفصّل بیان ہم اس روئداد کے ابتدائی اوراق میں درج کر چکے ہیں۔ اس لئے فیصلہ کے اس تمہیدی حصّہ کو حذف کر کے صرف وُہ حصّہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے مناظرہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ تمہید ختم کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

"یہ مناظرہ چار یوم تک مرزائی مسجد[1] میں ہوا۔ اور میں نے پورے اطمینان اور توجہ کے ساتھ پُورا مناظرہ سُنا اور فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلّق کُفر کا فتوےٰ غلط ہے۔ اور مجھ کو پُورا یقین ہو گیا کہ وُہ سُنّی مسلمان ہیں۔ اور ان کو کافر اور وہابی بنانے والے غلطی پر ہیں۔

---

[1] جامعہ رضویہ اس مسجد میں واقع ہے۔

یہ فیصلہ میرے دل نے مندرجہ ذیل وجوہات سے کیا

(۱) مولوی سردار احمد صاحب مدرس مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو اعتراض حفظ الایمان کی عبارت پر کیا تھا مولوی اشرف علی صاحب کے وکیل مولوی محمد منظور صاحب نے اس کا جواب نہایت کافی دے دیا۔ جس کی وجہ سے میری تسلی اور تشفی ہو گئی۔

(۲) مولوی منظور صاحب نے بار بار صاف طریقہ سے فرمایا۔ کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا بلکہ مدینہ طیبہ کی خاک پاک کی توہین کرنے والا بھی کافر اور جہنمی ہے۔

(۳) مولوی محمد منظور صاحب نے خود مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب بسط البنان سے دکھایا کہ مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو حضور کی توہین کرے اور آپ کے علم شریف کی تنقیص کرے۔

(۴) مولوی محمد منظور صاحب نے نہایت مدلّل طریقہ سے ثابت کیا کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں صرف دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ غیب کی کچھ باتیں تمام انسانوں بلکہ حیوانات تک کو معلوم ہیں اور دوسرے یہ کہ کُل غیب کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا تھا۔ پھر مولانا نے پہلی بات کے ثبوت میں ایک قرآنی آیت اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے چند اقوال پیش کئے۔ اور دوسری بات کے ثبوت میں قرآن پاک کی سولہ آیتیں اور چند حدیثیں اور کچھ صحابہ کرام کے ارشادات پیش کئے تھے۔ جن کا مولوی سردار احمد صاحب

نے کوئی بھی جواب نہیں دیا۔

(۶) حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پالینے کے بعد بھی وُہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے۔ جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب صرف وقت گذاری کے لئے ایک ہی بات کو باوجود متعدد بار جواب مِل جانے کے بلا وجہ دُہراتے ہیں۔

(۷) دیوبندی جماعت کے صدر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مراد آبادی نے نہایت خوبی کے ساتھ صدارت کے فرائض انجام دِئے۔ اور اپنی جماعت کو قابُو میں رکھا۔ اور کسی وقت بھی مشتعل ہونے نہ دیا۔ بخلاف رضائی جماعت کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بہاری کے کہ وُہ بار بار مجمع کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ اُنہیں کی اشتعال انگیزی نے بالآخر مناظرہ کو درہم برہم کر دیا۔ میرے نزدیک یہ خلافِ اصول کارروائی جو صدر بھی کرتا اسی کی شکست ہوتی۔ کیونکہ شورش اور فساد عاجزی کی دلیل ہے۔ مثل مشہُور ہے۔ کہ

تنگ آمد بجنگ آمد۔

یہ وُہ خاص خاص باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں اس نتیجہ پر پُہنچا کہ مولوی منظور صاحب حق پر ہیں۔"

ایک افترا کی تردید

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ رضوی جماعت نے مولٰنا محمد منظور صاحب کو بدنام کرنے اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ شہرت دی ہے۔ کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا کہ

"میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے
آقا بھی بھوکے مرتے تھے۔"

میں دیانت کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں سُنے۔ بلکہ بعض تعلیم یافتہ حاضرین سے جب میں نے اس کی تحقیق کی تو انہوں نے مجھ کو بتلایا کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ

"میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی
بھوکے رہتے تھے خدا تعالیٰ میرا حشر بھی اُن کے ساتھ کرے"

مسلمانوں کو چاہئے کہ وُہ کسی فریق کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اور صرف سچائی کی پیروی کریں۔ اور دونوں فریق میں سے جو غلط پروپیگنڈا کرے اس کی شکست سمجھیں فتح مند کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

علاوہ اس کے یہ کہ مولانا محمد منظور صاحب بریلی میں موجود ہیں۔ اُن سے خود دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ اُن کے کیا الفاظ تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق دے۔

ایک افسوسناک انکشاف

مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابلِ ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی[1] کہ مولوی محمد منظور صاحب ٹھیک

---

[1] افسوس ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اس واقعہ کو یہاں نہایت مجمل لکھا تھا کہ ان صاحب کا نام بھی ظاہر نہیں کیا جو اُن سے یہ تحریر لینا چاہتے تھے لیکن بعد میں زبانی طور پر آپ سے اس کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ شنبہ اور یکشنبہ کی درمیانی شب میں "حامد یار" نے (جو رضاخانیوں کی طرف سے مناظرہ کے منتظم تھے) جناب محمد شبیر صاحب سے کہا کہ آپ کل صبح کو اس مضمون کی ایک تحریر مناظرہ شروع ہوتے وقت پیش کر دیجئے۔ کہ "مولوی منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب کی بات کا ٹھیک جواب نہیں دیتے لہٰذا اب مناظرہ بند کر دیا جائے" جناب محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ اوّل تو یہ بات واقعہ کے خلاف ہے دُوسرے یہ کہ ابھی مناظرہ جاری ہے۔ جب مناظرہ ختم ہو جائے گا تو میں اپنی رائے ظاہر کر دونگا۔ ابھی آپ مناظرہ کو کیوں ختم کراتے ہیں — اس کے بعد اگلے دِن جس دن کہ مناظرہ ختم ہوا ہے صبح کے آٹھ بجے کے بعد "حامد یار" جناب محمد شبیر صاحب کو پھر اپنے گھر لے گئے۔ اور بہت منّت و سماجت کی اور کہا کہ آپ صرف دستخط کر دیجیے مضمون ہم خود لکھ دیں گے۔ اور قرآن شریف اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے کہ میں آپ کو اس کا واسطہ دیتا ہوں آپ ہماری یہ بات مان لیجئے اور یہ بھی کہا کہ ہم اور آپ ایک جگہ اور ایک محلہ کے رہنے والے ہیں اور ایک ہی جگہ رہنا ہے مولوی منظور سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں" —— لیکن جناب محمد شبیر صاحب نے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں اپنے اور آپ کے تعلق کی وجہ سے ایسی خلافِ انصاف بات نہیں کر سکتا۔ یہ واقعہ خود جناب محمد شبیر صاحب نے ہم سے بیان کیا۔ جس کی تصدیق خود ان سے کی جا سکتی ہے۔

جواب نہیں دیتے اس لئے مناظرہ بند کر دیا جاوے۔ اس سے ان کا جو مقصد تھا وُہ ظاہر ہے مگر میں ان کی چالوں میں نہ آیا انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ تم صرف سادہ کاغذ پر دستخط کر دو مضمون ہم خود لکھ لیں گے۔ مگر میں اس ضمیر فروشی کے لئے کسی طرح تیار نہ ہُوا بلکہ ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس اعلانِ حق کے بعد شاید ان لوگوں کی طرف سے مجھے تکلیفیں پہنچیں گی اور گالیاں دی جاویں گی اور ممکن ہے کہ کوئی اور خطرناک کارروائی بھی کی جاوے مگر میں اِن خطرات کی وجہ سے حق کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ میرا مددگار ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے سچائی کے ساتھ لکھا ہے اور میں حلف کے ساتھ ان واقعات کا اظہار کرتا ہُوں۔

یہ میری طرف سے اس مناظرہ کے متعلق مختصر بیان ہے اگر ضرورت پڑی تو اس کے بعد ایک اور مفصّل بیان شائع کر دوں گا۔

آخر میں مسلمانانِ بریلی سے خصوصاً اور مسلمانانِ ہندوستان سے عموماً میری گذارش ہے کہ وُہ فتنہ و فساد کی باتوں سے بچیں اور سب اتفاق و اتحاد پیدا کر کے خدا اور اس کے رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی فکر کریں کہ دُنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔

خادمِ قوم و ملّت :۔ محمد شبّیر بریلوی۔ بانی مناظر سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی

لکھنؤ ۔ ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء

مناظرہ کے اثرات

اس مناظرہ میں حق کی جو شاندار فتح اور باطل کی جو شرمناک شکست ہوئی اس کا کچھ اندازہ ہمارے ناظرین کو رُوئیداد ہذا کے ملاحظہ سے ہوچکا ہوگا۔ پھر بانی مناظرہ کے حق پرور فیصلہ نے اور بھی اس کو زیادہ نمایاں اور روشن کردیا۔ اور بریلی میں رضاخانیت کے اقتدار کو غیر معمولی صدمہ پہنچا اور رضاخانی حضرات باآنکہ جھوٹی اشتہار بازی میں بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں اور مناظرہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی فتح کا اشتہار بھی چھپوالیتے ہیں۔ مگر اس مناظرہ نے اس طرح ان کو سرنگوں کیا کہ بیس۲۰ دن تک بالکل خاموش رہے۔ بلکہ اس عرصہ میں ان کے بعض سرغنے اس کا اعتراف کرتے تھے کہ میدانِ مناظرہ مولٰنا محمد منظور صاحب کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود ہی اس کا سبب وُہ مولوی سردار احمد صاحب کی ناقابلیت اور ناتجربہ کاری کو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارا مناظر بھی کوئی تجربہ کار ہوتا تو فتح ہماری ہوتی بہرحال مناظرہ کے بعد تقریباً بیس۲۰ روز تک رضاخانی بالکل خاموش تھے بلکہ پرائیویٹ گفتگوؤں میں اپنی شکست کا اعتراف کرتے تھے۔ لیکن بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ چونکہ مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہوگیا۔ اور اس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں یہ غلغلہ بلند کردیا۔ کہ رضاخانیوں کے خاص مرکز میں رضاخانیت کو شکست

ہوگئی۔ اور ملک اس آواز سے گونج اُٹھا اور اطراف و جوانب سے عمائدِ رضاخانیت کے پاس بہت سے خطوط آئے تو رضاخانی کمیٹی نے بھی ایک لمبا چوڑا اشتہار "مناظرہ بریلی کی مختصر روئداد" کے عنوان سے مرتب کیا اور چھاپ چھاپ کر بیرونجات میں بھیجا گیا۔ مگر بریلی میں اس کی عام اشاعت نہیں کی گئی بلکہ صرف اپنے خاص خاص مریدوں کو بھیجا گیا۔

یوں تو رضاخانی مولوی صاحبان کو دروغ بیانی اور غلط گوئی کے فن میں خصوصی مہارت ہے۔ لیکن اس ناپاک فن کی جیسی مشق اور مہارت اس اشتہار میں دکھلائی گئی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ جو حضرات بریلی کے مناظرہ میں شریک تھے ان سے پُرزور درخواست ہے کہ وہ اس کو ضرور ملاحظہ فرمادیں۔ اور رضاخانی پیروں اور سجادہ نشینوں کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں۔ ہم نے اس اشتہار پر ایک مختصر تبصرہ بھی لکھا ہے جو انشاء اللہ عنقریب الفرقان کے کسی نمبر میں ہدیۂ ناظرین ہوگا۔

تذئیل

بریلی کے اس مناظرہ میں جس شرح وبسط کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت پر روشنی پڑی ہے اور جیسی جامع اورمکمل بحث اس پر اِس مناظرہ میں ہوئی ہے ایسی اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

مگر پھر بھی مناظرہ کے قبل از وقت ختم ہوجانے کی وجہ سے ایک آخری چیز باقی رہ گئی ہے اور مولٰنا موصوف اس کو اپنی اسی تقریر میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے جس تقریر کے اثناء میں رضاخانیوں نے ہڑبونگ مچاکر مناظرہ درہم برہم کردیا۔ اب ہم مولانا کے حکم سے اس کو یہاں درج کرتے ہیں۔ اور وُہ یہ ہے کہ

حفظ الایمان کی جس عبارت پر یہ مناظرہ ہُوا اگرچہ وُہ بحمد اللہ بالکل بے غبار ہے اور اس میں اس مطلب کا شائبہ بھی نہیں جو رضا خانی حضرات لیتے ہیں۔ جیسا کہ روئداد ہٰذا کے مطالعہ سے بھی ناظرین کو معلوم ہُوا ہوگا لیکن حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ نے برعایتِ عوام قطعِ نزاع کے لئے اس عبارت کا بھی عنوان بدل دیا ہے۔

چنانچہ ۱۳۴۲ھ سے اس وقت تک جتنے ایڈیشن حفظ الایمان کے شائع ہُوئے ہیں ان سب میں اس پہلی عبارت کی جگہ یہ عبارت ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا

اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اِس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علُوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علُوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السّلام کو بھی حاصِل ہیں۔ تو چاہئیے کہ سُب کو عالم الغیب کہا جاوے۔"

اگر رخنا خانیوں کی نیّتوں میں کچھ بھی اخلاص ہوتا تو چاہئے تھا کہ مولانا کی اس ترمیم پر وُہ خاموش ہوجاتے۔ اور اس جنگ کو ہمیشہ کے واسطے ختم کردیتے۔ لیکن چونکہ ان کی روزی مسلمانوں کی اسی خانہ جنگی سے وابستہ ہے۔ اس لئے ان کی تکفیر میں ابھی وُہی دم خم ہیں۔ صدق اللہ عزّ وجل

وَمَا تُغْنِی الْاٰیَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ط

رضاخانیت کا آخری سہارا

اب رضا خانیوں نے ہر طرف سے عاجز آکر یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہے کہ مناظرہ میں مولانا محمد منظور صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھُو کا کہا۔ جس سے حضور کی سخت توہین ہوئی کیونکہ آپ زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک اور بادشاہِ کونین تھے۔ اور افسوس ہے کہ بعض نیک بخت سادہ لوح بھی ان کے اس فریب میں آجاتے ہیں۔ اس لئے بعض احباب نے خود مولانا محمد منظور صاحب سے درخواست کی کہ آپ اِس کے متعلق الفرقان میں چند سطریں تحریر فرمادیں۔ چنانچہ مولانا ممدُوح نے ایک مختصر سا مضمون اسی درخواست پر ارقام فرمایا۔ جو تکمیلاً للفائدہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔ "مرتب"

میرے آقا ﷺ بھو کے رہتے تھے

یہ وُہ حقیقت ہے جو تاریخ و حدیث کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہے۔ اور اس کا انکار صرف وُہی کرسکتا ہے۔ جو علم اور حیا دونوں سے عاری ہو۔ لیکن چُونکہ آج کل بریلی کے بعض حیا باختہ شدّت سے اس کا انکار کر رہے

ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ اور اس کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتلا رہے ہیں۔ اس لئے بعض احباب کے توجہ دلانے پر حضور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی معاشرت کے متعلق چند روائتیں نقل کی جاتی ہیں۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یبیت اللیالی المتتابعۃ واھلہ طاویا لا یجدون عشاءً (الحدیث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل و عیال پے در پے کئی کئی راتیں بھوکے رہ کر گذار دیتے تھے رات کا کھانا نہیں ملتا تھا۔

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔

لقد رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یظل الیوم یلتوی مایجد من الدقل مایملأ بہ بطنہ

میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ دن دن بھر بھوکے رہتے تھے۔ معمولی کھجوریں بھی اتنی نہ ملتی تھیں جن سے آپ اپنا پیٹ بھریں۔

نیز ترمذی شریف میں حضرت ابو طلحہ سے مروی ہے۔ کہ

شکونا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجوع ورفعنا ثیابنا عن حجر حجر الی بطوننا فرفع

ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہمارے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا

صلی اللہ علیہ وسلم عن حجرین۔

ہوا تھا جس کو ہم نے کپڑے اُٹھا کر دکھایا۔ تو حضور نے کپڑے اُٹھا کر دو پتھر بندھے دکھائے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے اپنے بھانجے عروۃ بن الزبیر سے فرمایا۔

یا ابن اختی انا کنّا ننظر الی الھلال ثم الھلال ثم الھلال ثلثۃ اھلۃ فی شھرین وما اوقد فی ابیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نارٌ قال قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء (الحدیث)

اے بھانجے ہم یکے بعد دیگرے تین تین چاند دو مہینے میں دیکھ لیتے تھے۔ اور اس عرصہ میں حضور کے گھروں میں آگ بھی نہ جلتی تھی۔ حضرت عروہ نے دریافت کیا کہ خالہ جان پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی تھی۔ فرمایا کہ بس کھجوریں اور پانی۔

اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے،

توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودرعہ مرھونۃ عند یھودی فی ثلثین صاعاً من شعیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ کی زرہ مبارک تیس ۳۰ صاع جَو کے بدلے میں ایک یہودی کے یہاں گروی رکھی ہوئی تھی۔

نظر بہ انحصار یہاں صرف یہ پانچ روائتیں حضور آقائے کونین کی معاشرت

کے متعلق نقل کردی گئی ہیں۔ ورنہ حدیث و سیر کے دفتر میں اس قسم کی صدہا روایات موجود ہیں۔

رہا یہ وسوسہ کہ جب حضور خُدا کے محبوب اور مقرب ترین بندے تھے تو آپ کا یہ حال کیوں تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے آپؐ نے خود ہی اپنے لئے دُنیا کے عیش و آرام کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔ کہ ایک دِن حضور کی خدمت میں حاضر ہُوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے گھر میں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں ہے اور آپ ایک بوریے پر استراحت فرما رہے ہیں۔ اور کھجور کی چھال کا تکیہ سر مبارک کے نیچے ہے۔ اور جسدِ اطہر پر بوریے کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ تو حضور کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ عمر! کیوں روتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یہ قیصر و کسریٰ خُدا کے باغی ہیں اور عیش و راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور حضور خُدا کے رسُول ہیں۔ اور اس قدر تکلیف میں ہیں۔ ارشاد ہُوا اے ابنِ الخطاب! تم کو یہ وسوسہ،

اولٰئِك قوم عجلت لھم طیباتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ومالھم فِی الاٰخرۃ من خلاق۔

وُہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مرغوبات دُنیا ہی میں دیدیئے گئے ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی حصّہ نہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم اس سے راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ کے لئے دُنیا کی لذتیں ہوں۔ اور ہمارے لئے دارِ آخرت، بہرحال دنیاوی عیش و راحت کو حضور نے نہ اپنے لئے پسند فرمایا نہ اپنی ذریّت کے

لئے نہ اپنے محبّین کے لئے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ

ان الفقر اسرع الی من یحبنی من السیل الی منتھاہ

سیلاب جس تیزی سے اپنے منتہا پر پہنچتا ہے۔ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ فقر اس شخص کی طرف دوڑتا ہے۔ جو مجھ سے محبّت کرے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

محمد منظورؔ نعمانی عفا اللہ عنہ ۱۴ صفر ۵۴ھ

ہم کو جو کچھ اس مناظرہ کے متعلق اس جگہ عرض کرنا تھا ہم کر چکے۔ اخیر میں جناب مولانا محب الحق صاحب حسینی رفیق ادارہ الفرقان کی ایک بصیرت افروز اور سبق آموز نظم درج کرتے ہیں اور اسی پر اس روئداد کو ختم کرتے ہیں۔

دُعا ہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح اس مناظرہ کو حاضرین کے لئے باعثِ ہدایت بنایا اسی طرح اس روئداد کو بھی ناظرین کے لئے نافع بنائے۔

وما ھو علی اللہ بعزیز ولہ الحمد وعلی رسولہ الصلوٰۃ والسلام

خاکسار محمدؐ رفاقت حسین فاروقی عمروی غفرلہٗ

صفر ۱۳۵۴ھ

پیامِ حق

(از محشر حسینی)

بدعت پرستوں سے خطاب

او گرفتارِ جہالت اور پرستارِ شکم — یاد رکھ تُو نے اٹھا رکھا ہے بدعت کا علم
راہِ سنت پر نہیں پڑتا کوئی تیرا قدم — تُو نے قبروں کے بنا رکھے ہیں کچھ خاکی صنم

الاماں کتنا بڑا تو خادع و مکار ہے
ہر نفس تیرا تصنع کا امانت دار ہے

دیکھنا اس طائفہ کی فتنہ کوشی دیکھنا — زر کشی کے واسطے ایمان فروشی دیکھنا
حق سے اس کی مجرمانہ چشم پوشی دیکھنا — اور پھر باطل کی خاطر گرم جوشی دیکھنا

کیا تجھے غیرت نہیں آتی ہے اے مردِ حقیر
لعنتیں برسا رہا ہے تجھ پہ خود تیرا ضمیر

کیا یہی تیرے قدم اٹھتے ہیں منزل کیطرف — ہاتھ پھیلائے ہیں تو نے خود ہی سائل کیطرف
یہ تو رجحانِ ذہن ہے سمِ قاتل کیطرف — سر جھکا رکھا ہے معبودانِ باطل کیطرف

جب طریقِ اتباعِ حق تجھے آتا نہیں!
دعوئ اسلام تیرے مُنہ سے کچھ بھاتا نہیں

الاماں بدعت پرستی کا اجل پرور شعار — تو نے اپنے نفس کی خاطر کیا ہے اختیار
ہاں مگر کچھ سوچ اس آغاز کا انجام کار — کیوں لپکتے ہیں تیری جانب جہنم کے شرار

یاد رکھ بدعت کا ان گمراہیوں پر ہے مدار
جن کو جز آتش نہیں ملتی کہیں جائے قرار

سجدے غیر اللہ کو کرتا ہے بے خوف خطر — قبر کو شاید سمجھتا ہے تو معبودِ بشر
کیا نہیں ظالم تری ارشادِ باری پر نظر — اِنَّ مَنْ یُّشْرِكْ بِرَبِّ النَّاسِ مأواه السقر[1]

تیری یہ حرکت سراسر کفر کی تقلید ہے
کیا نہیں ہاتھوں میں تیرے دامنِ توحید ہے؟

ہو رہی ہے پیکرِ محسوس کی خوگر نظر — جھک رہا ہے غیر کے در پر ترا ناپاک سر
ہو رہا ہے دل ترا حرص و ہوا کا مستقر — تیری پیشانی میں روح اہرمن ہے جلوہ گر

کیا عجب اسلام کو تجھ سے اگر آتی ہے عار
تیرے مکر و دجل سے انسانیت ہے بے قرار

الاماں قبروں کی پوجا پاٹ کرنے کا مآل — ملتِ بیضا کی موت و زندگی کا ہے سوال
جذبۂ توحید ہوتا جا رہا ہے پائمال — تقویت پاتا ہے اس سے بت پرستی کا خیال

تیری بزمِ عرس میں سرگرم روحِ آذری
تو اگر مسلم ہے پھر کیسی یہ شانِ کافری؟

---

[1] ان اللہ لا یغفر ان یشرك به - الآیۃ کی طرف اشارہ ہے

تیری دریوزہ گری سے پارسائی ہے بعید — کُفر کی ظلمت سے نورِ مصطفائی ہے بعید
ایک کے در پر جو تجھ سے جبہ سائی ہے بعید — سُن لے او کج رو کہ منزل تک رسائی ہے بعید

من بگویم گر بگیری دامنِ انصاف را
چشم وا کن باز بنگر مسلکِ اسلاف را

خود جو خوابیدہ ہیں اُن سے رہنمائی ہے بعید — یعنی ایک محکوم سے کشور ستائی ہے بعید
بندۂ لاچار و بیکس سے خدائی ہے بعید — ہاں مزاروں سے تری مشکل کشائی ہے بعید

قل ھو اللہ احد کا رمز کیا سمجھا ہے تو
جب خدا کے خاص بندوں کو خدا سمجھا ہے تو

دیکھ ملت پھر تجھے دیتی ہے یہ حق کا پیام — چھوڑ دے ہاتھوں سے اپنے شرک و بدعت کی زمام
دُور کر جھوٹے پیروں اور فقیروں کو سلام — بن سکے تو بن مجددّ الفِ ثانیؒ کا غلام

تو مسلماں ہے اگر شانِ مسلمانی بھی سیکھ
اور مسلماں بن کے آئینِ جہانبانی بھی سیکھ